خطبۂ صدارت

از

سحبان الہند حضرت مولانا حافظ احمد سعید صاحب مدظلہ

جو آپ نے کمشنری میرٹھ کی جمعیۃ علماء کانفرنس

منعقدہ ۶-۷ ربیع الاول ۶۵ھ مطابق ۹-۱۰ار

فروری ۴۶ء کے موقعہ پر میرٹھ شہر میں پڑھا

اور

سکریٹری استقبالیہ کمیٹی نے

ہمدرد پریس میں طبع کرا کے شائع کیا

جن صاحب کو جس قدر تعداد میں خطبات کی
کاپیوں کی ضرورت ہو وہ قیمت بھیجکر
سکرٹری جمعیۃ علمار صوبہ دہلی سے
طلب فرما سکتے ہیں۔

مورخہ
۹-۱۰ فروری
سنہ ۱۹۴۷ء

قیمت ۸/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

برادران اسلام! اس پُرآشوب و پُرفتن دور میں آپ کا ایک سیاسی کانفرنس کی صدارت کے لئے مجھ جیسے کم علم کم زور اور بیمار آدمی کو منتخب کرنا آپ کا ایک ایسا پُراسرار اور معمہ بردوش فیصلہ ہے جس کو کم از کم میں تو سمجھنے سے قاصر اور عاجز ہوں۔

غالباً آپکو معلوم ہوگا کہ میں صدر بننے اور صدارت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا اہل نہیں ہوں اور اسی لئے میں تمام عمر اس سے بچتا رہا۔ اگر کبھی احباب نے کسی کانفرنس یا کسی مجلس کی صدارت کیلئے مجبور کر دیا تو بادل ناخواستہ اس کو قبول کرلیا۔ بہر حال اس انتخاب صدارت کی مصلحت تو آپ خود ہی سمجھتے ہوں گے اب آپنے جب یہ بوجھ میرے کاندھوں پر باوجود میرے انکار کے رکھ ہی دیا ہے تو آپ کو میرے ساتھ پورا تعاون کرنا چاہیئے اور تا اختتام کانفرنس میری پوری مدد کرنی چاہیئے۔

میں حضرت حق جل مجدہ کی خدمت میں نہایت عاجزانہ التجا کرتا ہوں:

رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْلِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ، رَبِّ یَسِّرْ لِیْ وَلَا تُعَسِّرْ عَلَیَّ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

معزز حاضرین! اس انتخاب صدارت کے سلسلہ میں خواہ میری ذاتی رائے کچھ بھی ہو لیکن بہر حال میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس رسمی اور آئینی شکریہ کے بعد سب سے پہلے جس امر کی جانب آپ کو توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ صوبجاتی انتخابات کا زمانہ قریب آ لگا ہے اور ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ماتحت صوبوں کا یہ دوسرا الیکشن ہے ہر چند کہ انتخاب کی عمر قانون میں پانچ سال رکھی گئی ہے لیکن جنگ عظیم بلکہ اعظم کی وجہ سے انتخابات تاخیر سے ہورہے ہیں۔ اور لوگوں کی دیرینہ تمنائیں اور فرسودہ حسرتیں بہت

دیر سے پوری ہو رہی ہیں۔

میرے معزز دوستو! آپ جانتے ہیں کہ یورپ کی ملعون جمہوریت اور منحوس طرز حکومت کی یہ الیکشن پیداوار ہیں۔ اور جب ان الیکشنوں کا زمانہ قریب آتا ہے خواہ وہ میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے الیکشن ہوں، یا صوبجاتی اسمبلیوں کے ہوں یا مرکزی اسمبلی کے ہوں تو اس وقت رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے عجیب عجیب حرکتیں کی جاتی ہیں نئی نئی جماعتیں رونما ہوتی ہیں اور قوم کی خدمات کے نئے نئے طریقوں کا اعلان ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک کنڈیڈیٹ اپنی خوبیاں بیان کرتا ہے اور اپنے مخالف کی برائی اور کمزوری ظاہر کرنے میں ذرا رواداری اور ہمدردی سے کام نہیں لیتا۔ ہر ان ہونی اور ناممکن بات کی امید دلاتا ہے، اور دوسرے کی بڑی سے بڑی خدمت کو بے حقیقت اور لغو قرار دیتا ہے۔ بہتر سے بہتر تحریک کو احمقانہ کہتا ہے اور بدتر سے بدتر تحریک کو سراہتا ہے۔ ان انتخابات کے موقعہ پر شیعہ سنی سوال بھی زندہ کیا جاتا ہے۔ برادری غیر برادری کی بحثیں بھی ہوتی ہیں۔ حنفی اور اہل حدیث، بدعتی اور وہابی کی شخصیتوں پر بھی طبع آزمائی کی جاتی ہے ہندو مسلمان کے فرقہ وارانہ سوال کو بھی ہوا دی جاتی ہے۔ گائے کی قربانی اور گئو ہتھیا کا چرچا بھی ہوتا ہے۔ ہندی اردو کو بھی تختۂ مشق بنایا جاتا ہے۔ اور آپ کے صوبہ میں کاشتکار اور زمیندار کے حقوق و مفاد پر بھی خوب گرما گرم بحثیں ہوتی ہیں۔ سرمایہ دار اور مزدور کے تذکرے بھی خوب ہوتے ہیں اور اسلام کو بچاؤ اور اسلام خطرے میں ہے، اور دس کروڑ فرزندان توحید کی زندگی اور موت کا معاملہ ہے، یہ تو وہ الفاظ ہیں جو ہر مقرر کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور ہر سننے والے کے کان ان پُرفریب آوازوں سے گونج رہے ہیں۔ غرض ہر قسم کی فرقہ پرستی کا دل کھول کر مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اور جس طرح ان سب مکروہات ولایعنی باتوں کا اظہار کیا جاتا ہے، اسی طرح ہر ذی اثر آدمی کے اثر کو بھی استعمال کرنے کی سعی کی

جاتی ہے۔ ہر گوشہ نشین پیر اور مولوی کو اس الیکشن کی بدولت اس کے گوشۂ عافیت سے گھسیٹ لایا جاتا ہے۔ اور اس غریب سے اپنی من مانی باتیں کہوالی جاتی ہیں اور پھر اپنے مخالف سے کہا جاتا ہے، فلاں بزرگ بھی ہمارے ساتھ ہیں اور فلاں سجادے صاحب بھی ہمارے ہی ہم نوا ہیں۔ اور دیکھئے فلاں عالم بھی ہماری ہی سی کہہ رہا ہے۔

اس قدر تائید اور اتنی بڑی اکثریت کے بعد آپ کے پاس کون سی حجت ہے کہ آپ ہمارے کنڈیڈیٹ کا ساتھ نہ دیں اور ہمارے عزل بیابانی کے ہمراہ نہ ہوں۔

غرض تقریباً تیس سال سے ہم اس الیکشن گردی کا تماشا دیکھ رہے ہیں اور اس تمام عارضی کشمکش اور ہڑبونگ کا آخر میں جو نتیجہ نکلتا ہے اس کو بھی ہم عبرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں ہمارا ہر قدم اور ہماری ہر سعی اور ہماری تمام دوڑ دھوپ اور ہمارے تمام انتخابات کا فائدہ ہمیں کچھ پہنچے یا نہ پہنچے مگر حکومت مسلطہ کے اقتدار کو اس سے ضرور فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ ہمارے بہترین مقرر خواہ کیسی ہی اسلامی چادریں اوڑھ کر آئیں اور حدیث و فقہ کی کتنی ہی موشگافیاں کرتے ہوئے مسلمانوں کے مفاد پر تقریریں کریں لیکن وہ سب تقریریں بدقسمتی سے نتیجہ کے اعتبار سے انگریزوں ہی کے لئے مفید اور سودمند ہوتی ہیں۔ گویا ان کی ہر تقریر کا ہر جملہ مسلمانوں کے لئے مفید ہونے کی بجائے انگریزوں ہی کے حق میں مفید ہوتا ہے، خواہ انکی نیت کتنی ہی بخیر ہو۔ اکبر مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے:-

اُنہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں	زبان میری ہے بات ان کی
اُنہی کی محفل سنوارتا ہوں	چراغ میرا ہے رات ان کی
سُنے جو اس کو اُسے تردد	جو اس کو دیکھے اُسے تحیر
ہماری نیکی اور ان کو برکت	عمل ہمارا، نجات ان کی

اور یہ بات تو بالکل ہی ظاہر ہے کہ جس قدر کوئی مقرر اپنی تقریر میں فرقہ دارانہ

جذبات کو اُچھالے گا اور کفر و اسلام کا نام لیکر ووٹروں سے اپیل کرے گا۔ اور اپنی خطا
کا تمام زور ہندو مسلمانوں کی منافرت پر خرچ کر دیگا اُسی قدر وہ حکومت تسلط کی
بنیادوں کو سیسہ پلائے گا۔ خواہ اس کو اپنی سادہ لوحی سے اس کا احساس ہو یا نہ ہو
اور خواہ وہ مقرر کوئی گورنمنٹ کا پیشہ ور نمک خوار عالم ہو یا کوئی نیک اور سادہ لوح پڑا لکھا
ہو جو کسی وجہ سے شیطان کے فتنہ میں مبتلا ہو گیا ہو۔

"موجودہ دور کے الیکشن"

حضرات! جب سے یورپین جمہوریت کا دور اس بدقسمت ملک میں جاری ہوا اور
انتخابات کا سلسلہ شروع ہوا تو ابتدا میں الیکشن کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی لیکن
جس قدر بیداری بڑھتی گئی اور نیم سرکاری اداروں کے اختیارات بڑھتے گئے اسی
قدر الیکشن کی اہمیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ شروع شروع میں تو یہ کام صرف حکومت
کی پارٹی کے ہاتھ میں رہا۔ ووٹروں کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہ تھی۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوتی
تھی کہ الیکشن کب ہوا اور کون ممبر بن گیا۔ گورنمنٹ برطانیہ ایک طرف تو آہستہ
آہستہ ہندوستانیوں کی طرف اختیارات منتقل کرتی رہی اور دوسری طرف اپنے
کنٹرول کو قائم رکھنے کی غرض سے مختلف تدبیروں اور سازشوں کا جال پھیلاتی
رہی۔ اور ہندوستانی قوموں کے مابین نفرت اور باہمی تفریق کا بیج بوتی رہی۔
جب کبھی کوئی اسکیم انگلستان سے ڈھل کر آئی تو وہ اپنے ہمراہ ایک نئے فتنہ کا سامان لیکر
آئی۔ اور آج ہر سمجھدار آدمی کو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کی بدقسمتی کا سب سے پہلا اور سب سے
بڑا منحوس دن وہ تھا جس دن مسلمانوں کیلئے جداگانہ انتخاب تجویز کیا گیا۔ ایک طرف تقسیم
بنگال کی تنسیخ پر قلم پھیر کر ہندوؤں کو خوش کیا گیا اور دوسری طرف بھولے بھالے مسلمان کو
اشارہ کیا گیا کہ تم اپنا وفد شملے لے کر آؤ اور ہم سے جداگانہ انتخاب طلب کرو چنانچہ
وعا گوؤں کا ایک وفد بارگاہ حکومت میں حاضر ہوا اور اپنی پولیٹیکل اہمیت کو تسلیم کرا کے

چلا آیا اور جداگانہ انتخاب کی لعنت گلے میں ڈال دی گئی۔ بھلا وہ درخواست کیوں قبول نہ ہوتی جس کا مسودہ خود گورنمنٹ ہی نے مرتب کیا تھا۔

میرے عزیزو! وہ دن ہے اور آج کا دن اس انتخاب کی تفریق نے جو جو گل کھلائے وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ جب گورنمنٹ مسلمانوں کو اپنے مطلب کے لئے استعمال کر چکی تو اس نے سکھوں کو مخصوص نشستیں عطا کیں، پھر مرہٹوں پر توجہ کی گئی اور آخر میں اچھوتوں کے سر پر ہاتھ رکھا گیا۔ غرض اس ملک میں انگریز اپنے مفاد کے لئے تفریق اور منافرت کے بیج بوتا چلا جاتا ہے۔ ہندو چونکہ سمجھدار ہے وہ تو حکومت کی ان سازشوں کا کم و بیش کچھ مقابلہ کر لیتا ہے اور ہم چونکہ اتنے سمجھدار نہیں ہیں اس لئے گورنمنٹ کی ان خفیہ سازشوں کا شکار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہم میں کبھی مسلم کانفرنس بنتی ہے کبھی جناح لیگ اور شفیع لیگ کی تقسیم ہوتی ہے کبھی خود مسلم لیگ ہی میں سرکاری آدمیوں کو داخل کر دیا جاتا ہے۔ پھر مسلم لیگ کچھ سرسبز نہیں ہوتی معلوم ہوتی تو "جمعیۃ علمائے اسلام" کے نام سے فوراً ایک جماعت بنالی جاتی ہے اور پاکستان کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے۔ اور دو قوموں کی تھیوری پر زور دیا جاتا ہے۔ اور اس مطالبہ کو کچھ ایسا رنگ دیا جاتا ہے کہ اچھے اچھے ذی فہم عالم بھی مخلصین اور مجاہدین کی برگزیدہ جماعت سے کٹ کر بزدلوں، نامردوں، بددینوں، بے عملوں اور کاسہ لیسان ازلی کی ٹولی میں جا داخل ہوتے ہیں۔ اور دشمنانِ دین کی محفل میں "نقلِ محفل" کا کام دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ملتِ ابراہیمی کی کوئی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اور یہ کیوں ہو رہا ہے محض اس لئے کہ باطل نے اس مرتبہ "اسلامی حکومت" اور "حکومتِ مستقلہ" کی وہ خوشنما چادر اوڑھ کر لوگوں کو مسحور کیا ہے کہ بڑے سے بڑے ناتجربہ کار عالم بھی اپنے ہوش و خرد کو ہاتھ سے دے بیٹھے ہیں۔

میرے عزیزو! اس موجودہ دور الیکشن میں جو چیز مسلمانوں کے دماغوں پر مسلط کی
گئی ہے وہ ایک تو یہی کہ جس کو عوام کی اصطلاح میں پاکستان کہا جاتا ہے اور دوسرے
دو قوموں کا مسئلہ۔ اصل یہی دو چیزیں ہیں جن کو الٹ پلٹ کر بار بار مختلف عنوانات سے کہا
جارہا ہے اور ایسے ایسے خوش نما انداز میں کہا جارہا ہے کہ اس سے مسلمانوں کے عوام
اور خواص برابر متاثر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور ان مباحث کو اس طرح منظر عام پر لایا جارہا
ہے کہ ہندو مسلمانوں میں منافرت روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اور یہ تمام کھیل اس لئے
کھیلا جارہا ہے کہ کسی طرح وہ مسلمان اسمبلیوں میں نہ چلے جائیں جو ہندوؤں سے مل کر انگریزی
اقتدار کیلئے مصیبت بن جائیں۔ وہ مسلمان جنہوں نے قید و بند کے مصائب برداشت
کئے جنہوں نے آزادی وطن کیلئے ہر قسم کی تکالیف برداشت کیں اور بڑی بڑی سختیاں اٹھائیں
کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مسلمان کامیاب ہو جائیں اور اسمبلیوں میں جاکر کسی مقابلہ پر حکومت
برطانیہ سے برسر پیکار ہو جائیں۔ اور ملک میں کوئی اور جھگڑا شروع کر دیں۔

سستی اور معصوم شہرت

آج کل جو کچھ کیا جارہا ہے وہ سب اسی ایک منحوس جذبہ کے ماتحت کیا جارہا ہے
خواہ اس کو پاکستان کا نام لیکر کیا جائے یا اس کا کوئی اور نام رکھ لیا جائے اور خواہ اس
قسم کی تحریکات سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا ہو یا نہ پہنچتا ہو لیکن انگریزی اقتدار کو
کسی طرح ٹھیس نہ لگتی ہو۔ ورنہ آپ ہی فرمائیے آخر اس کا کیا مطلب ہے کہ جو بزرگ
مسلمانوں کی کسی مصیبت اور تکلیف کے وقت کام آنے والے نہیں تھے۔ اور جو تحریک
خلافت بلکہ "مچھلی بازار کانپور کی مسجد" سے لیکر آج تک ہمیشہ حزم و احتیاط سے کام لیتے
رہے۔ وہ آج سب کے سب اپنی خانقاہوں اور عبادت خانوں سے نکل نکل کر پاکستان
کا نعرہ کیوں لگا رہے ہیں۔ اور بڑے بڑے عالم جو ہمیشہ "شیطان اخرس" بنے رہے آج

ان کی زبانیں یکایک کیسے کھل گئیں۔ انگریز کے خلاف جن کو لب کشائی کی آج تک کبھی ہمت نہ ہوئی۔ امت اسلامیہ پر بڑے بڑے الم انگیز مصائب آئے، خود ہندوستان کے مسلمانوں پر بڑی بڑی آفتیں نازل ہوئیں لیکن نہ تو ان پر کبھی حق منکشف ہوا اور نہ ان کی زبان سے کبھی کوئی کلمہ حق نکلا یہ امت کے کھیون ہار ہمیشہ اپنے ذکر و شغل اور درس و تدریس میں مشغول رہے لیکن آج کونے کونے کے سجادے اور خانوادے اور گوشہ گوشہ کے "خانہ نشین" اور "غریب المرگ عالم" پاکستانی ڈرامہ میں جمع ہو کر ایک ہی اسٹیج پر اپنا اپنا پارٹ ادا کر رہے ہیں خدارا آخر سوچو تو یہ کیا بات ہے اور اسلام پر آخر کون سا ایسا وقت آ پڑا ہے۔ جس نے ہمدردان اسلام کو بے چین اور مضطرب کر دیا ہے اور یہ گوشۂ گمنامی اور گوشۂ عافیت سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور بلا امتیاز شیعہ اور سنی اور قادیانی اور غیر قادیانی اور بلا امتیاز بدعتی اور وہابی اور بلا امتیاز بے دین و دیندار سب کے سب ایک پلیٹ فارم پر جمع نظر آتے ہیں۔ کیا یہ سب مشائخ عظام اور علماء ذوی الاحترام اور حضرات میلاد خوان اور جماعت سوگواران اور امت قادیان اور سرکاری پارٹی اور "دیوبند کے سابق صدر محترم" اور سپر جماعت علی شاہ ایران کی حمایت میں جمع ہوئے ہیں؟ کیا یہ ٹڈی کو روس کی دست برد سے بچانے کیلئے جمع ہوئے ہیں؟ کیا یہ حضرات فلسطین کی حمایت میں جہاد کرنے نکلے ہیں؟ کیا یہ پیر پگاڑو اور اس کے متبعین کی تحقیقات کرنے اور گورنمنٹ کو ناانصاف قرار دینے کی غرض سے جمع ہوئے ہیں؟ کیا یہ مدراس کے بہتر موپلے جن کو بے آب و دانہ محبوس کر کے شہید کیا گیا تھا ان موپلوں کا انتقام لینا چاہتے ہیں؟ کیا یہ تمام بزرگوار اور تمام سر اور خان بہادر اور نواب زادے اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ مقدس حجاز کی سرزمین سے امریکہ کے اقتدار کو زائل کریں؟ کیا یہ جاوا کو انگریزی اقتدار سے رہا کرانا چاہتے ہیں؟ کیا یہ مذکورہ بالا حضرات لبنان اور مراکش اور الجیریا کے مسلمانوں کی حمایت و صیانت کی غرض سے مجتمع ہوئے ہیں کیا ہندوؤں نے شوکت اسلامی کو مٹانے کی غرض سے کوئی ہلہ بول دیا ہے جس کی وجہ سے

مسلمان خوارج اور بادہ دینوں کی مدد کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کیا یہ سب عافیت پسند اس لئے نمودار ہوئے ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ سے ہندوستان کو آزاد کرائیں اور اُسے مجبور کر کے مکمل آزادی حاصل کریں۔

معزز حضرات! آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ یہ حضرات حاشا وکلا انگریز سے لڑنے نہیں نکلے ہیں، نہ یہ امریکہ سے جھگڑنے نکلے ہیں اور نہ یہ اس سے ٹکرانا چاہتے ہیں، اور خدانخواستہ نہ کبھی یہ ایسا تصور کر سکتے ہیں۔ بلکہ یہ تو ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کرنے اور اس ملک کے ہندو، بلکہ اس مسلمان سے بھی لڑنے کیلئے نمودار ہوئے ہیں جو ان کو تقسیم کے نقصانات بتا کر ان سے کوئی حل تلاش کرنے کی درخواست کرے!

یہ نہ قادیانیوں کے مخالف ہیں نہ شیعوں کے نہ بد عقیدوں کے اور نہ مرتدین ملحدین کے مخالف ہیں، ہندوستان کے یہ مجاہد دوڑ ہاد نہ سرکار برطانیہ کے مخالف ہیں اور نہ روس وامریکہ کے بلکہ یہ تو ہر اس مسلمان کلمہ گو کے مخالف ہیں جو مسٹر جناح کو کالمعصوم سمجھ کر ان کی قیادت پر ایمان نہ لائے اور پاکستان کا نعرہ بلند نہ کرے۔

چار کروڑ مسلمانوں کی قربانی

میرے عزیزو! موجودہ الیکشن کے دور میں جو چیز حیرت افزا ہے، وہ اپنی جماعت کے بعض سادہ لوح بزرگوں کا جماعت کو چھوڑ کر، غیروں کی جماعت میں داخل ہو جانا، یا "جمعیۃ علماء اسلام" کی "صدارت" قبول کر لینا نہیں ہے، بلکہ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے اور جن صوبوں میں مسلمان ایک غیر موثر اقلیت ہیں، ان صوبوں کے مسلمان بھی پاکستان کے نعرے بلند کر رہے ہیں۔ اور یہ غریب اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ نعرہ تو خود ان کی تباہی اور بربادی کا موجب ہے ان میں سے بعض خاصے اچھے پڑھے لکھے مسلمان کہتے

ہیں کہ ہم چار کروڑ مسلمان تباہ ہو جائیں تو ہو جانے دو۔ مگر ہمارے پانچ کروڑ بھائی تو زندہ ہو جائیں گے۔ گویا پنجاب، سندھ، بلوچستان، سرحد اور بنگال کا مسلمان زندہ ہو جائے، چاہے ہم ہندوؤں کے رحم و کرم پر رہ جائیں یا ہم تباہ و برباد ہو جائیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر بھی کوئی بیوقوفی اور سفاہت ہو سکتی ہے؟ اور اس سے زیادہ بھی کوئی خسارہ کا سودا ہو سکتا ہے۔

اگر چار کروڑ مسلمان قربانی کے ایسے شائق اور دلدادہ ہیں، تو میں عرض کرتا ہوں، پھر آپ صرف ایک چوتھائی ہندوستان کو کیوں پاکستان بناتے ہیں؟ چار کروڑ تو بہت بڑی اور بے پناہ تعداد ہے، آپ صرف ایک کروڑ قربان ہونے کو تیار ہو جائیے، پھر دیکھئے آج کی شام سے پہلے تمام ہندوستان "پاکستان بنا جاتا ہے۔"

یہ کس قدر بے مروتی اور طوطا چشمی ہے کہ چار کروڑ مسلمانوں کے خون پر پاکستان کی بنیاد رکھی جائے۔ اور کیا وہ "پاکستان" جو چار کروڑ یا بقول آپ کے ڈھائی کروڑ مسلمانوں کو بے کس اور بے بس بنا کر تعمیر کیا جائیگا، وہ پاکستان ہوگا اور وہ پاکستان کتنے دن قائم رہے گا۔ اور وہ انگریزی حکومت کا کس قدر محتاج ہوگا۔

جس پاکستان کو مسلم لیگ کا آخری اور حقیقی "نصب العین" کہا جا رہا ہے، وہ درحقیقت انگریزی حکومت کی مضبوطی اور درازی عمر کا سامان ہے۔

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

مسلم لیگ کی حقیقت

حضرات! جس مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کا لقب دیا جا رہا ہے، اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ سرمایہ دار، عافیت پسند، نکمّی

ایک ٹولی ہے، جو نہ خود انگریزوں کا جم کر مقابلہ کرنا چاہتی ہے اور نہ دوسرے آزاد خیال لوگوں کو حکومت متسلطہ کے بالمقابل صف آرا ہونے دیتی ہے۔ میں اس ملک میں ایک عرصہ سے یہ تماشا دیکھ رہا ہوں کہ جب گورنمنٹ اس ملک کو کچھ دینا چاہتی ہے اور کوئی "رفارم" انگلستان سے ڈھل کر آتی ہے، اور ہندوستان کے باشندوں کو کچھ اختیارات ملنے لگتے ہیں، تب ہی ان عافیت پسندوں کی کوئی نہ کوئی ٹولی مسلمانوں کی حمایت، اور مسلمانوں کے حقوق کا نعرہ لگاتی ہوئی پلیٹ فارم پر آجاتی ہے، اور آزادی کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے اور مسلمانوں کی سرپرستی کا دعویٰ کرنے لگتی ہے۔ سادہ لوح مسلمان یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ ہمارے حقیقی رہنما اور خیر خواہ ہوں گے، ان کے پیچھے ہو لیتے ہیں، اور وطن کے سچے خیر خواہوں کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس "ٹولی" کے پیش نظر صرف اپنا اور سرکار برطانیہ کا مفاد ہوتا ہے۔

انگریز اس "نوزائیدہ ٹولی" کا اس لئے پاس کرتا ہے کہ یہ اس کی ہم نوا، اور ہم زبان ہو کر بولتی ہے۔ اور یہ ٹولی اس طرح اپنا مطلب پورا کر لیتی ہے یہ آزادی کا نام ضرور لیتی ہے اور آزادی کی تعریف بھی کرتی ہے اور آزادی پر مرمٹنے کا ذکر بھی کرتی ہے لیکن اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہوتی، جیسے کوئی مشرک یا کافر توحید باری کی تعریف کرنے لگے، یا جیسے کوئی قادیانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" کہنے لگے، یا کوئی شیعہ شیخین کی محبت کا اظہار کرے اور شیخین کی تعریف کرے، یہی وجہ ہے کہ اس خود غرض ٹولی کے افراد آزادی کا نعرہ تو بلند کرتے ہیں لیکن اس نعرہ کے پیچھے غلامی کا بے پناں سیلاب پنہائی ہوتا ہے۔ بیچارے عوام ان کو اپنا خیر خواہ اور مسلم حقوق کا محافظ سمجھ کر ان کے ساتھ ہو لیتے ہیں اور کانگریسی مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھ لیتے ہیں، اور جب انگریز اس خود غرض ٹولی سے اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے، تو یہ عافیت پسند گروہ آرام سے پھر اپنے عشرت خانوں میں

خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد بھی اسی قسم کا تماشا ہو چکا ہے، اور اس دفعہ بھی یہی ہونے والا تھا، لیکن خدا بھلا کرے آپ کی "مسلم لیگ" کا، کہ اس دفعہ اس کی بدولت کوئی نئی ٹولی نہیں بنی، اور بنتی ہی کیوں؟ جب انگریز کا کام اس کے حسب دل خواہ مسلم لیگ ہی پورا کر رہی ہے۔ جو پارٹ گذشتہ دنوں مسلم کانفرنس نے ادا کیا تھا، وہی پارٹ آج مسلم لیگ ادا کر رہی ہے۔ وہی حقوق مسلمین کا نعرہ ہے، وہی آزادی کی خواہش کا اظہار ہے، وہی قوم پرور مسلمانوں کو گالیاں ہیں، وہی کانگریس پر حملے ہیں۔ غرض مسلم لیگ کے سارے انداز وہی ہیں، جو مسلم کانفرنس کے تھے۔ جب مسلم لیگ ہی اس خدمت کو انجام دے رہی ہے جس کے لئے حکومت نے کبھی مسلم کانفرنس بنائی تھی، تو اب کسی نئی جماعت کے بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی، بلکہ مسلم لیگ کے مطالبات تو مسلم کانفرنس سے بھی دو قدم آگے ہیں، مسلم کانفرنس کا مطالبہ تو محض پنجاب بنگال کے لئے اکیاون اکیاون نشستوں کا تھا، وہ تو صرف یہی کہتی تھی کہ مسلمانوں کو بنگال اور پنجاب میں اکیاون نشستیں دیدی جائیں، لیکن مسلم لیگ تو ہندوستان کی تقسیم کا مطالبہ کر رہی ہے، اور اس پر ایسی مُہر ہے کہ اس مسلم کش مطالبہ پر بعض بزرگ تو اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے کو آمادہ ہیں۔

اللہ، اللہ! جن لوگوں کی اس راہ میں کبھی نکسیر تک نہیں پھوٹی جنہوں نے کبھی ایک رات بھی جیل خانے میں بسر نہیں کی، وہ آج جیل جانے والوں کا مذاق اڑا رہے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس دن جیل خانے گئے تھے، گویا جیل جانا بھی ایک خلاف سنت فعل ہے۔

میں نہایت ادب کے ساتھ ان "خود فراموش" حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، کہ تین سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا "شعب ابی طالب" میں

نظر بند رہنا، کیا اسیری کی زندگی نہ تھی، جہاں آپ کے سارے خاندان کو قید کر کے کھانا بند کیا گیا تھا، اور رات کو جب بنی ہاشم کے بچے بھوک سے روتے تھے، تو میلوں ان کے رونے کی آواز جاتی تھی، یہ قید نہیں تو اور کیا چیز تھی۔

کیا حضرت یوسف علیہ السلام جن کے جیل جانے کا قرآن میں ذکر موجود ہے، وہ جیل خانہ نہیں تھا؟ کیا حضرت امام ابو حنیفہؒ کو محبوس نہیں کیا گیا؟ کیا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا منہ کالا کر کے، اونٹ پر نہیں پھیرا گیا؟ کیا بنی ہاشم کے نونہال حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کو قید میں نہیں رکھا گیا؟ اور کیا حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ جیل میں نہیں رہے؟ اور کیا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ گوالیار کے قلعہ میں نظر بند نہیں کیے گئے؟ اور کیا اس آخری دور میں حضرت شیخ الہند اور سید مولانا حسین احمد صاحب کے جیل خانے میں اور پھر مالٹا میں قید نہیں رہے؟ اور مولانا حسین احمد صاحب "علی برادران" مرحوم و مغفور کے ہمراہ کراچی جیل میں نہیں رہے؟ اور کیا مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ دو سال ملتان جیل میں قید نہیں رہے؟ کیا یہ تمام جیل جانے والے خلاف سنت فعل کے مرتکب ہوئے تھے۔

لیکن آج مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے جیل جانے والوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے، اور جن کی زندگیاں کبھی ایک دن کے لئے بھی وقف جیل نہ ہوئیں، وہ خون کا آخری قطرہ، پاکستان کی بنیادوں میں دیئے چلے ہیں، اور ان کو یہ خبر نہیں کہ ان کے خون کا آخری قطرہ، پاکستان کو نہیں، بلکہ انگریزی اقتدار کو ہمیشہ کے لئے مضبوط و مستحکم کرنے کے کام آئے گا۔ ان بزرگوں کی سادگی کے قربان جائیے کہ جن کے خون کا آخری قطرہ، اپنے اکابر اور اپنے اساتذہ کے کام نہ آیا، اور انہوں نے اپنے خون سے اپنے بڑوں کے نام کو روشن نہیں کیا، وہ خون دینے بھی چلے تو کہاں اور کس پر؟

افسوس، اس بدنصیب خونی قطرے پر جو مولانا "شاہ ولی اللہ" کی جماعت کے

کام آنے کی بجائے، شیعوں، قادیانیوں، اور کمیونسٹوں اور سرکار پرستوں کی خواہشات نفسانی پر، بلکہ انگریزی اقتدار کے استحکام پر قربان ہو۔

بہرحال مسلم لیگ آج دنیا بھر کے مبتدعین، شیعہ، قادیانی، بے دین و ملحدین، فساق و فجار اور حکومت کے ہوا خواہ، غرض ان سب کی نمائندہ جماعت ہے۔ لیکن اگر یہ بدقسمت جماعت نمائندہ نہیں ہے، تو علمائے حق اور آزادی خواہ اور حکومت متسلطہ کے مخالف اور غریب مسلمانوں کی نمائندہ نہیں ہے۔

یہ خود غرض جماعت ملک میں اپنا اقتدار چاہتی ہے، اور دوسرے تمام مسلمانوں کی جماعتوں کو اپنے سامنے بے حقیقت اور ہیچ سمجھتی ہے۔ اور جو ان کی جماعت، اور ان کے جھنڈے کو قبول نہ کرے، یہ اُسے "عبداللہ بن سبا" کی طرح فنا کر دینا چاہتی ہے۔

ان کی صحیح پوزیشن، اور ان کی صحیح حقیقت اگر آپ کو معلوم کرنی ہو، تو "جی، ایم سید" کے وہ دونوں بیان پڑھ لیجئے، جو انہوں نے مسلم لیگ کو "الوداع" کہتے کے وقت دیئے تھے۔

جی، ایم سید کا انکشاف حقیقت

جی، ایم سید کے اس وقت تک اخبارات میں دو بیان شائع ہو چکے ہیں، ایک بیان میں انہوں نے نواب زادے لیاقت علی خاں اور قاضی عیسیٰ کی خود غرضی، اور وعدہ خلافی کا تذکرہ کیا ہے اور مسلم لیگ نے جن امیدواروں کو سندھ اسمبلی کا ٹکٹ دیا ہے، ان کی سابقہ بد اطواریوں، اور رشوت ستانیوں کا اظہار کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ مسلم لیگ کے "ارباب حل وعقد" صرف اپنے متعلقین سرمایہ داروں کو "آگے بڑھا کر مفاد عامہ اور غریب مسلمانوں کو کچلنا چاہتے ہیں۔

دوسرے بیان[1] میں مسٹر جی، ایم، سید نے نہایت وضاحت سے اپنے ان احساسات کا اظہار کیا ہے، جو انہوں نے مسلم لیگ کے متعلق قائم کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

"لیکن ہمارے خواب محض وہم و گمان ثابت ہوئے، اور ہمیں کسی قدر دیر سے یہ احساس ہوا، کہ ہمیں عوام کی بہبود کیلئے نہیں، بلکہ مسلم جاگیرداروں کے اقتدار کو قائم رکھنے، اور عوام کو "برطانوی نوکرشاہی" کے مسلم کاسہ لیسوں کے قدموں تلے دبائے رکھنے کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور جس طرح ہم ہندو سرمایہ داروں سے حمایت حاصل کرنے پر مجبور تھے، اسی طرح لیگ نے ہماری حالت کنوئیں سے نکل کر خندق میں گر جانے کی بنا دی"

مسٹر سید کے دونوں بیان طویل ہیں، اس لئے ان کو نقل کرنا دشوار ہے لیکن اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہ ہوگا، کہ جی، ایم سید کے بیانات نے مسلم لیگ کی صحیح حالت کو نمایاں کر دیا ہے۔ اور چونکہ جی، ایم، سید خود بھی سندھ لیگ کے صدر رہے اور مسلم لیگ کی مجلس عمل کے ممبر بھی تھے، جس سے انہوں نے اب استعفا دیدیا ہے اس لئے ان سے بڑھ کر کس کی شہادت معتبر ہو سکتی ہے۔

یہی میں جناب سے عرض کر رہا ہوں، کہ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، اور کھانے کے اور ہیں۔ یہ بننے کو تو ہر مسلمان کے نمائندہ بننے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مسلم لیگ ایک مخصوص سرمایہ داروں اور سرکار پرستوں کی ٹولی ہے، جو مختلف طریقوں سے عوام کو دھوکہ دیکر فریب میں مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ اور نئی نئی دلفریب، اور خوش کن باتوں سے عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتی رہتی ہے ان کا سلوک غیروں کے ساتھ تو کیا خاک ہوگا، جب یہ اپنوں ہی کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک سے پیش آنے کو تیار نہیں ہیں۔ "جی، ایم، سید، جو مسلم لیگ کا ایک "دیرینہ

[1] مفصل بیان جمعیۃ علماء صوبہ دہلی کے دفتر سے طلب کیجئے قیمت ۱ر

خدمت گزار، اور وفادار تھا۔ اس کے ساتھ بھی نواب زادے اچھا برتاؤ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور اپنے دوستوں اور چاہیتوں کے مقابلہ میں ایک پرانے خدمت گزار کو دودھ کی مکھی طرح نکال کر پھینک دیا۔

بہرحال جی ایم سید کے بیان کا مذکورہ بالا اقتباس، بار بار پڑھیئے۔ اور خدا کیواسطے غور کیجیئے، کہ آپ کدھر جا رہے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں، کہ اس صاف اور واضح بیان کے بعد مسلم لیگ کو سمجھنے کیلئے، کچھ اور عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سچی بات زبان سے نکل ہی جاتی ہے۔ اب میں آپ کو مسلم لیگ کے اس مطالبہ کی حقیقت سے بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں، جو آج کل "پاکستان" کے نام سے شہرت حاصل کر چکا ہے۔

پاکستان کیا ہے۔؟

آج تک بار بار تقاضہ کرنے کے باوجود کوئی صحیح اور قابل اعتماد مفہوم اس مطالبہ کا متعین نہیں کیا گیا، جس پر کوئی سیر حاصل تبصرہ کیا جا سکے۔ اب تک جو کچھ اس سلسلہ میں کہا گیا ہے، وہ اتنا متضاد اور لا یعنی ہے، کہ اگر اس کو دیوانے آدمی کا خواب کہا جائے، تو بے جا نہ ہوگا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک مسلم لیگ کے ارباب حل و عقد کا دماغ اس معاملہ میں صاف نہیں ہے، ورنہ کوئی بات، تو ان کی آخری بات ہوتی جس پر انسان کوئی رائے قائم کرتا۔ اب تک جس قدر معلوم ہو سکا ہے اس کا خلاصہ ملاحظہ کیجیئے:۔

حضرات! احمد آباد میں تقریر فرماتے ہوئے، مسٹر جناح نے ارشاد فرمایا! "مسلم اقلیت والے صوبوں پر جو گزرتی ہے، اسے گزر جانے دو، لیکن آؤ ہم اپنے ان بھائیوں کو آزاد کرا دیں، جو اکثریت کے صوبوں میں ہیں، تاکہ وہ شریعت اسلامی کے مطابق وہاں آزاد حکومت قائم کر سکیں" (ایمان کا پاکستان نمبر)

اخبار "ڈان" کی تشریح ملاحظہ ہو،

"مسٹر جناح نے ہمیشہ کہا ہے کہ پاکستان کوئی دینی و مذہبی حکومت ہرگز نہ ہوگی بلکہ خالصتاً ایک دنیوی حکومت ہوگی، اور مسلمانوں کے "حکومت الٰہیہ" کے نظریئے سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کو "عالمگیر اسلامی قومیت" (پان اسلام زم) سے دور کا واسطہ بھی ہے ان سے مسٹر جناح کو ہرگز اتفاق نہیں۔" (ڈان ۲۷ اکتوبر ۴۵ء)

مسٹر جناح نے نیوز کرانیکل کے نمائندہ کو بیان دیتے ہوئے فرمایا:۔

"پاکستان کی حکومت یورپین جمہوریت کے طریقے پر ہوگی۔ ہندو اور مسلمان اپنی اپنی آبادی، اور مردم شماری کی حیثیت سے رائے شماری کر کے فیصلہ صادر کریں گے وزارتوں اور اسمبلیوں میں سب حصہ دار ہوں گے۔"

نوابزادہ لیاقت علی خاں نے ۲۳ ستمبر ۴۵ء کو مسلم یونیورسٹی کے طلبہ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"پاکستان ایک جمہوری ریاست ہوگی، اس کا دستور اساسی اس کے باشندے ہندو، مسلمان، سکھ وغیرہ خود اپنے دستور ساز اداروں کے ذریعہ بنائیں گے اور ان اداروں کی تشکیل وہ خود کریں گے۔" (منشور ۲۶ ستمبر ۴۵ء)

میاں بشیر احمد صاحب ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ نے دسمبر ۱۹۴۲ء میں اعلان کیا:۔

"پاکستانی طرز حکومت، خلفائے راشدین کی حکومت کے مطابق ہوگی۔" (مدینہ یکم جنوری ۱۹۴۳ء)

میاں ممتاز دولتانہ نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"انتخاب میں کامیاب ہو کر مسلم لیگ اور کانگریس کو مشترکہ وزارتیں بنانی چاہئیں۔ مجھے امید ہے کہ الیکشن کے بعد ہر جگہ کانگریس اور لیگ کی وزارتیں بنیں گی۔" (قومی جنگ ۱۲ اگست ۴۵ء)

میاں بشیر احمد صاحب ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ نے ۹ نومبر ۴۵ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"ہمارے قائد اعظم، بار بار کہہ چکے ہیں کہ پاکستان میں بلا لحاظ مذہب عوام کی

حکومت ہوگی، پاکستان میں ہندوؤں اور سکھوں کو برابری اور آزادی دی جائے گی۔"

(منشور) ۱۱ر نومبر ۱۹۴۵ء

۸ر نومبر ۱۹۴۵ء کو بمبئی میں ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندے کو بیان دیتے ہوئے مسٹر جناح نے فرمایا:-

"پاکستان ایک جمہوری حکومت ہوگی، اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کی بڑی بڑی صنعتیں اور کارخانے، سوشلسٹ اصولی پر قوم کے قبضے میں دیدیئے جائیں گے۔" (منشور انجام)

۹ر نومبر ۱۹۴۵ء کو، الہ آباد میں نواب اسمٰعیل خاں صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"مسلم لیگ کا نصب العین پاکستان ہے، اور وہ اس بات پر تلی ہوئی ہے کہ اس سرزمین میں اسلام کی سیاسی بنیادوں پر شریعت مطہرہ کی حکومت قائم ہوگی۔"

"شد پریشاں خواب من، از کثرت تعبیرہا"

معزز حاضرین! یہ نو قسم کا پاکستان تو میں بڑی تتبع اور تلاش سے حاصل کر سکا ہوں، لیکن یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو جاری ہے، ہر شخص بھانت بھانت کی بولیاں بولتا ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان گم کردہ راہوں کے سامنے کوئی صحیح روشنی نہیں ہے، جو انکی رہنمائی کر سکے۔ کبھی مسلمانوں کو دھوکا دینے کی غرض سے خلفائے راشدین کا نام لیتے ہیں، کبھی اسلام اور اسلامی حکومت سے اس پاکستان کی تفسیر کر دیتے ہیں، کبھی قرآن کا نام لیکر قرآنی حکومت کا ڈھنڈورا پیٹنے لگتے ہیں، کبھی اس پاکستان کو مسلمانوں کی مستقل حکومت بتاتے ہیں، اور جب سکھ اور ہندو کہتے ہیں کہ ہم تمہاری حکومت میں نہیں رہیں گے، تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ وہ تو عوام کی حکومت ہوگی، اور سب مل کر اپنا قانون بنائیں گے۔

مسلمان جو عرصہ سے اسلامی حکومت کا خواب پریشاں دیکھ رہے ہیں، اور وہ سادہ لوح عالم جو مسلمانوں کے استقلال، اور اسلامی برتری کے متمنی ہیں، ان "گندم نما" اور "جو فروشوں" کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں، اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ صرف انگریزی حکومت، اور اس حکومت

ہیں اپنا اقتدار اور اپنا اثر و رسوخ چاہتے ہیں۔ ان کے دماغوں میں نہ قرآن ہے اور نہ اسلام اور نہ خلفائے راشدین! بھلا خلفاء کے تو یہ دشمن ہیں، خلفائے راشدین کی حکومت کو تو یہ بدترین حکومت سمجھتے ہیں، اور ابوبکر و عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توہین کھلا اور سربازار توہین کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ جن کے دسترخوانوں پر پانی کی بجائے شراب پی جاتی ہو، اور جو نماز سے ناآشنا، اور طہارت و پاکیزگی کے دشمن، اور خدا تعالیٰ کا مذاق اڑانے والے ہوں، وہ اور قرآن کی حکومت، وہ اور اسلامی حکومت، وہ اور اسلامی استقلال!!

خدا عام مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے، اور ہمارے سادہ لوح علماء پر رحم فرمائے۔

تم کو ان سے "خدا کی" ہے امید

جو نہیں جانتے، "خدا" کیا ہے!

کیا اسی لغو و لایعنی اور بے معنی پاکستان کو، ڈھائی کروڑ مسلمانوں کی قربانی کر کے حاصل کر رہے ہو؟

مسلم اقلیت کے صوبوں کا مطالبہ

محترم حضرات! جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے، ان صوبہ کے مسلمانوں کا مطالبہ تو مسلم لیگ سے یہ تھا کہ ہمارے حقوق کا تحفظ کیا جائے، اور ہم کو کانگریسی حکومتوں کے مظالم سے بچایا جائے، اس قسم کا مطالبہ ان لوگوں کی طرف سے تھا جو صوبہ متحدہ، بہار، اڑیسہ، متوسط، مدراس اور بمبئی کے باشندے تھے۔ مسلم لیگ نے ان کی چیخ و پکار اور غل غپاڑہ کا حل یہ نکالا کہ ان کو تو یہ مشورہ دیا کہ تم قربانی کا بکرا بن جاؤ، اور ہندو حکومتوں کے ماتحت غیر ملکی بن کر رہو، اور پنجاب، بنگال، سندھ اور سرحد کے مسلمانوں کو آزاد کرا دو۔

آپ نے دیکھا! جس عضو میں تکلیف تھی، اس کی صحت کا کیا خوب مداوا کیا، کہ اس کو کاٹ کر پھینک دو، اور جن صوبوں کے مسلمانوں کو کوئی شکایت نہیں تھی ان میں پاکستان قائم کر دو اور اس لغو علاج کی دلیل یہ بیان کی کہ تھوڑا نقصان بڑے فائدے

کی غرض سے اٹھایا ہی جاتا ہے۔ ڈہائی کروڑ مسلمان مرتے ہیں، تو مرجانے دو، اگر ڈہائی کروڑ
مرکر، پانچ کروڑ بچ جائیں، تو بھی مسلمان فائدہ میں رہے گا۔ یہ دلیل بظاہر بڑی خوشنما معلوم
ہوتی ہے، اس دلیل نے بڑے بڑے سمجھ داروں کو مسحور بنادیا ہے۔ عوام کا تو قصور ہی کیا ہے؟ جب
خواص ہی گم راہ ہوجائیں، تو دوسروں کا گلہ ہی بے کار ہے۔ یہ لوگ اتنی بات نہیں سوچتے، کہ جن
مسلمانوں کی تم زندگی کا سامان کررہے ہو، ان کو تم ایک نئے مرض میں مبتلا کررہے ہو۔ بنگال میں
چھیالیس۴۶ فی صدی ہندوؤں، اور چوّن۵۴ فی صدی مسلمانوں کو ملاکر اسلامی حکومت قائم کررہے
ہو، اور پنجاب میں چھپن۵۶ فی صدی مسلمانوں کو، چوالیس۴۴ فی صدی سکھوں اور جاٹوں کے ساتھ
ملاکر، قرآن کی حکومت قائم کررہے ہو۔

کیا یہی مسلمانوں کی زندگی کا سامان ہے، اور انہی مشترکہ حکومتوں کا نام "اسلامی حکومت"
ہے؟ خدا جانے تم واقعی بے وقوف ہو، یا جان بوجھ کر اپنی اغراض فاسدہ کیلئے، مسلمانوں کو
دہوکہ دے رہے ہو۔

اگر پہلی صورت ہے، تو خدا تم پر رحم کرے اور تم کو ہدایت دے، اور اگر دوسری صورت
ہے، تو خدا سے ڈرو، اور یہ سمجھ کر ڈرو کہ تم کو اس کے سامنے جانا ہے۔

یہ مسلمانوں کی موت وزندگی کا معاملہ ہے، یہ ایسا آسان نہیں ہے کہ تم اپنے فیصلہ
پر نظر ثانی کی تکلیف بھی گوارا نہ کرو، غیر "مؤثر اقلیت"، کو ہندوؤں کے حوالے کررہے ہو، اور
"مؤثر اقلیت"، کے حقوق کے ضامن بن رہے ہو، اور پھر تم دیانت دار ہو، اور دنیا کے بیوقوفوں
کے سامنے سرخرو ہو۔

کیا تم سمجھتے ہو، کہ بنگال کے مسلمانوں کو بنگالی ہندوؤں پر، اور پنجاب کے مسلمانوں کو
سکھوں اور جاٹوں پر حکومت کرنا ایسا ہی آسان ہے، جیسا یو پی، بہار، سی پی اور اڑیسہ
کے ہندوؤں کو، ان صوبوں کے مسلمانوں پر حکومت کرنا سہل اور آسان ہے؟ پانچ فیصدی
سات فی صدی، دس فیصدی اور پندرہ فی صدی پر حکومت کرنے والا ہندو تو اپنی حکومت کو

"ہندو حکومت" کہہ سکتا ہے لیکن چوالیس ۴۴ فی صدی اور چھیالیس ۴۶ فی صدی ہندو اور سکھ پر حکومت کرنے والا مسلمان اپنی حکومت کو "اسلامی اور قرآنی حکومت" نہیں کہہ سکتا۔

جناب کی دلیل کا یہ خلاصہ اور تجزیہ ہے "یہ اچھا علاج ہے کہ ایک ناک یا کان کے مریض کا کان اور ناک یہ کہہ کر کاٹ دیا جائے کہ ناک اور کان کی پرواہ نہ کرو، باقی جسم کو بچاؤ، اور جس جسم پر سے ناک اور کان کو کاٹا جائے" اس جسم کو دق کے مرض میں مبتلا کر دیا جائے، تو کیا ایسا علاج کوئی معقول اور سمجھدار طبیب کر سکتا ہے؟

پھر جن مسلمانوں کو مسلم لیگ تباہ کرنے، اور موت کے گھاٹ اتارنے کو تیار ہے، وہ تو ہندوستان کے مسلمانوں کا "دماغ" ہیں۔ اگر ہندوستان میں، یوپی اور بہار کے مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے، تو پھر رہ ہی کیا جاتا ہے۔ ہندو ہندوستان کے مسلمان تو ہندوستان کا اصلی دماغ ہیں، اگر خدانخواستہ اس دماغ کو قربان کر دیا گیا، تو کیا بے سر کا دھڑ، جبکہ اس دھڑ کو چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے بھی لپٹے ہوئے ہوں، وہ اسلام کی، اور قرآن کی حکومت کا فریضہ انجام دے گا؟

اور یہ تو اس وقت ہے جب بنگال کا ہندو بنگال کے مسلمان سے مل کر اور پنجاب کا سکھ اور جاٹ، پنجابی مسلمان سے مل کر حکومت کرنے، اور حکومت بنانے پر آمادہ ہو جائے اور اگر کہیں، صوبہ بنگال اور پنجاب کی بھی تقسیم ہو گئی، تو پھر پاکستان کا اللہ ہی حافظ ہے۔ ادہر بنگال میں ایک ہندو حکومت، مسلمانوں کے دوش بدوش قائم ہو گی، اور دوسری طرف پنجاب میں جاٹوں کی اور سکھوں کی دو حکومتیں قائم ہو جائیں گی۔

اب میں پوچھنا چاہتا ہوں، کیا یہ "تقسیم در تقسیم" جس کا خطرہ روز بروز بڑہتا چلا جاتا ہے، اور بڑہتا رہے گا۔ کیا یہ سلسلہ مسلمانوں کے لئے مفید ہو گا، یا اس تقسیم کے منافع "انگریزوں" کے لئے سود مند ہوں گے، اور مسلمانوں کیلئے یہ تقسیم در تقسیم ایک بلائے بے درماں بن جائے گی؟

پاکستان کا فیڈریشن

اس موقعہ پر یہ نامناسب نہ ہوگا اگر آپ "پاکستانی فیڈریشن" پر تھوڑا سا غور کر لیں۔
اسی فیڈریشن کو "دوسرا مرکز" بھی کہتے ہیں۔ گویا بنگال، پنجاب، سندھ اور سرحد کو ملا کر ایک فیڈریشن
بنایا جائیگا اور وہی اسلامی حکومت ہوگی۔ اس فیڈریشن میں چالیس فی صدی ہندو جاٹ، سکھ
اور بنگالی ہندو، سندھی ہندو شامل ہوں گے، اسی مرکز کو یہ کہہ کر مسلمانوں کو فریب میں مبتلا
کیا جاتا ہے، کہ پاکستان میں ہماری حکومت ہوگی اور وہ خالص مسلمانوں کی حکومت ہوگی۔
مسلمان جو چاہیں گے کر سکیں گے۔ یہی وہ ہندو مسلمانوں کی مشترکہ مرکزی حکومت ہوگی جو ڈھائی
کروڑ مسلمانوں کے حقوق کی ضامن ہوگی اور اگر ہندو ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم ہوا، تو یہ
اس کا بدلہ سکھوں، جاٹوں اور ہندو بنگالیوں سے اور سندھ کے ہندوؤں سے لے گی، اور
موقعہ ہوگا تو یہی "مشترک حکومت" ہندو ہندوستان کے خلاف، جہاد کا اعلان کر کے
یلغار بھی کر دے گی۔

آپ فرمائیے، ان باتوں کو شیخ چلی کی ہزلیات نہ کہا جائے، تو اور اس کا کیا نام رکھا
جائے۔ اول تو بنگالی اور پنجابی مسلمانوں کا جوڑ ملاحظہ کیجئے، وہ بنگالی مسلمان، جو اب تک
بنگلہ زبان چھوڑنے پر بھی آمادہ نہیں ہے، اور اردو زبان کو اختیار کرنے پر تیار نہیں ہے۔ پھر
پنجابی اور بنگالی مسلمانوں کی ایک عام ذہنیت ہے، جس کا تجربہ ہمیں روزمرہ ہوتا رہتا ہے، وہ یہ ہے
کہ یہ لوگ ہمیشہ اپنے اپنے صوبہ کے آدمی کو، دوسرے لوگوں پر ترجیح دیتے ہیں حتیٰ کہ بنگالی
مسلمان، بنگالی ہندو کو اور پنجابی مسلمان، پنجابی ہندو کو، دوسرے صوبہ کے مسلمانوں پر ترجیح
دیتا ہے۔

اس ذہنیت کی موجودگی میں، ان کا باہمی جوڑ لگنا ہی مشکل ہے، اور اگر انہوں نے مل کر
ایک فیڈریشن بنا بھی لیا، تو کیا سندھی مسلمان اور سرحدی مسلمان، اپنے اپنے صوبہ کو ایک

ایسے مرکز کے ماتحت سپرد کرنے کو تیار ہو جائے گا جس میں بنگالی اور پنجابی ہندو مسلمانوں کی یقینًا اکثریت ہو گی۔ کیونکہ حق "خود ارادیت" کا تو لامحالہ آپ کو بھی اعلان کرنا ہو گا اور جس طرح آپ کو مرکزی حکومت سے علیحدگی کا حق حاصل ہے، اسی طرح آپ کے "مرکز" سے سندھ اور سرحد کو علیحدہ ہو جانے کا حق حاصل ہو گا تو جناب خود اپنے مرکز کے ماتحت صوبوں سے لڑیں گے، یا ہندو ہندوستان کے مسلمانوں کا اپنی ہندو رعایا سے بدلا لیں گے اور ہندو ہندوستان پر بلڈوز کریں گے۔ اس پاکستانی فیڈریشن کا جو مضحکہ خیز حشر ہو گا، وہ دنیا دیکھ لے گی۔

آج کل ایک بزرگ نے اس پاکستان کا ایک اور نام تجویز کیا ہے، ان کی اصطلاح میں اس پاکستان کو "مسلمانوں کی حصہ رسدی آزادی" کہتے ہیں یہ اصطلاح بظاہر بڑی کدوکاوش کے بعد تجویز کی گئی ہے، لیکن اس میں بھی وہی تلبیس ہے جس کو میں ظاہر کر چکا ہوں، مسلمان کا نام لے کر مسلمانوں کو فریب میں مبتلا کرنا اسی کو کہتے ہیں۔

کیا جب ہندوستان کو آزادی نصیب ہو گی، تو کیا اس کا فائدہ صرف ہندو کو پہنچے گا، یا "حصہ رسدی" یہاں کے ہر باشندے کو ملے گا۔ میں تو عرض کروں گا، جس دن انگریزوں کے قدم اس ملک سے باہر نکل جائیں گے، اس دن کیا ہندو اور کیا مسلمان، بلکہ یہاں کے گھوڑے اور گدھے، کتے اور بلیاں پیٹ بھر کھانے لگیں گے۔ آپ تو مسلمانوں کا "حصہ" تلاش کرتے ہیں، اور میں عرض کرتا ہوں، اس آزادی سے جانور بھی "حصہ رسدی" فائدہ حاصل کریں گے "یہ حصہ رسدی" کی اصطلاح خوب ہے گویا مسلمان اس ملک کے باشندے ہی نہیں ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے، تو ہر کھیت اس سے سیراب ہوتا ہے، جب اس ملک پر آفتاب طلوع ہوتا ہے، تو ہر شخص اس سے روشنی حاصل کرتا ہے، جب اس ملک پر چاند نکلتا ہے، تو ہر شخص کو اس کی ٹھنڈک پہنچتی ہے، اسی طرح جب اس ملک میں "آزادی کا آفتاب" طلوع ہو گا، تو بلا کسی تقسیم، اور بلا کسی حصہ رسدی کے، ہر باشندۂ ملک کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔

یہ بزرگ غالباً یہ سمجھ رہے ہیں، کہ انگریزوں کے جانے کے بعد جب تمایسمنا ہوگا تو شاید ہندو کو ایک سن (فی روپیہ ملے گا، اور مسلمان کو ایک روپیہ کا، تبسیل سہر ملا کریگا۔ اس لئے یہ بزرگ چاہتے ہیں، کہ مسلمانوں کو بھی حصہ رسدی ملے، اور مسلمانوں کا قلعہ یا مسلمانوں کیلئے کھیت علیحدہ کردئے جائیں۔ یہ حصہ رسدی کی، بہت کہی، اور حصہ رسدی بھی پانچ کروڑ مسلمانو اور دو کروڑ ہندوؤں کیلئے، باقی ڈہائی کروڑ مسلمان، اس حصہ رسدی سے خارج کردئے جائیں۔

اس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہندو ہندوستان کے مسلمان گائے کے گوشت کو ترس جائیں، اور پاکستان میں "سوٗر" کٹتا رہے، اور جھٹکہ کا گوشت بکتا رہے۔ ان غریب مسلمانوں کی تو وہی حالت ہو جائے جو اس وقت ہندو ریاستوں کے مسلمانوں کی ہے، اور تم چالیس فیصدی غیر مسلم رعایا کو دودھ پلا پلا کر موٹا کرتے رہو، اور جب کبھی کوئی قدم اپنی غیر مسلم رعایا کے خلاف اٹھاؤ، تو وہ بغاوت کی دھمکی دیں، یا بغاوت کردیں۔ پھر تم انگریزوں سے درخواست کرو، کہ سرکار ہمارا پاکستان خطرہ میں ہے آپ ہماری مدد فرمائیے۔

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مناسب ہوگا اگر اس وقت مفکر اعظم حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار کے اس مضمون سے کچھ اقتباسات پیش کردوں، جو مولانا ممدوح نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پیشتر مسلم لیگ کی تجویز لاہور پر لکھا تھا، اور جو اسی زمانہ میں نقیب کے صفحات پر شائع ہوا تھا۔

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کی ذات گرامی اور ان کی اصابت رائے سے کس کو انکار ہوسکتا ہے؟ ان کی معاملہ فہمی، دوررسی اور موقعہ شناسی سے نہ کسی اپنے کو انکار ہے، اور نہ پرائے کو۔ لیگی حضرات بھی ان کی خوبیوں، اور ان کے کمالات علمی کے معترف ہیں،

اس لئے مولانا مرحوم کے مضمون سے اقتباسات پیش کرنا ہر اہل فہم و بصیرت کیلئے مفید ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں :-

" اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مسلم لیگ ڈیڑھ ڈھائی سال سے، کانگریس اور ہندو اکثریت کے اصلی یا فرضی مظالم پر صرف " ماتم " کر رہی ہے، اور اس کے علاج کی کوئی تجویز آج تک پیش نہیں کر سکی تھی، حالانکہ ان سے کانگریسی لیڈروں نے بار بار پوچھا کہ آخر لیگ کیا چاہتی ہے، یوپی، بہار، سی پی میں جو شکایتیں مسلم لیگ کو تھیں، اگر اس کو کلیتہً صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے، تو ان صوبوں کے مسلمانوں کی فرحت بخش زندگی کیلئے، کن اصولوں کے وضع و اختیار کو پسند کرتی ہے، مگر لیگ کوئی ایک بات مسلم اقلیت والے صوبوں، یا یوں کہئے کہ ہندو اکثریت والے صوبوں کی بابت لاہور اجلاس تک نہیں بتا سکی۔

میں بہت خوش ہوں اور مسٹر جناح کا شکر گزار ہوں کہ لیگ نے اپنے اجلاس میں دو ڈھائی سال کے سوچ بچار کے بعد ایک بات تو کہدی، جو مسٹر جناح کے خیال کے مطابق ایک آخری حل ہے۔

اب مسلم اقلیت والے صوبوں کے مسلمانوں کو خصوصیت سے غور و فکر کا موقعہ مل گیا ہے، کہ وہ لیگ کی مجوزہ اسکیم پر " مسٹر جناح " اور لیگ کے دوسرے لیڈروں کے توضیحی بیانات کی روشنی میں غور کریں، کہ دو ڈھائی سال سے جن امور پر ماتم کیا جا رہا تھا، کیا اس اسکیم میں اس کے انسداد و اصلاح کا کوئی امکان بھی موجود ہے؟

ہر معمولی سمجھ کا انسان لیگ کی مجوزہ اسکیم اور مسٹر جناح کے توضیحی اعلانات کو سامنے رکھ کر صاف طور سے دیکھ سکتا ہے، کہ اس اسکیم میں ہندو اکثریت

والے صوبوں میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے مزید تسکین کا کوئی ایسا ذریعہ تجویز نہیں کیا گیا ہے، جو ان کے لئے قابل اطمینان ہو، بلکہ مسلم لیگ کی اسکیم کو جو کچھ تعلق ہے، وہ مسلم اکثریت کے صوبوں سے ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ مسلم لیگ نے گزشتہ دو ڈہائی سال کے عرصہ میں، ان صوبوں کے مسلمانوں کے متعلق کوئی شکایت بھی نہیں کی، گویا موجودہ ناقص جمہوری دستور حکومت، اور ناقص صوبائی خود مختاری، اور مرکزی وحدانی حکومت کے ماتحت بھی مسلم اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کو کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی، کیونکہ مسلم لیگ کے نزدیک پنجاب، بنگال، سندھ و صوبہ سرحد کے مسلمان بھی موجودہ ناقص دستور حکومت کے عمل درآمد میں کچھ بھی مظلوم ہوتے، تو لیگ واحد نمائندگی کی بنا پر کچھ نہ کچھ ضرور شکایت کرتی، مگر عدم شکایت کے باوجود مسٹر جناح جو اسکیم تجویز کرتے ہیں، اس کا مفاد یہ بتاتے ہیں کہ مسلم اکثریت والے صوبوں کے مسلمان ہندو اکثریت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے، مگر یہ نہیں فرماتے کہ اس اسکیم کے ماتحت برطانیہ کی غلامی سے بھی آزاد ہونگے۔

مسلم اقلیت کے حقوق کی ضمانت

باقی رہے مسلم اقلیت والے صوبوں کے مسلمان، جن کو وہ صرف دو کروڑ فرماتے ہیں (حالانکہ تقریباً تین کروڑ ہیں) ان کو ہندو اکثریت کی غلامی پر رضامند ہونے کی دعوت دیتے ہیں، اور اس کی تسکین کیلئے زیادہ سے زیادہ جو بات کہتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مسلم اکثریت والے صوبوں کی مجموعی طاقت اقلیت والے صوبوں میں مسلمانوں کے حقوق و مفاد کی حفاظت کی ضمانت ہوگی۔

ضمانت کے ۲ دو فرضی نظریے

اوراس ضمانت کی عملی شکل صرف دو نظریوں پر مبنی ہے، اول تو یہ کہ اگر ہندو اکثریت مسلم اقلیت پر ظلم کرے گی، تو مسلم اکثریت بھی ہندو اقلیت پر ظلم کرے گی۔

مگر یہ نظریہ محض خیالی اور وہمی ہے، جس کا وجود کبھی نہیں ہوگا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی حکومت اپنی پرامن اور وفادار رعایا پر محض اس لئے ظلم نہیں کرسکتی ہے، کہ دوسری حکومت میں اس کے ہم مذہبوں پر ظلم ہو رہا ہے۔ اس دنیا کے موجودہ عہد میں ایسا خیال صرف کوئی "احمق" یا "مجنون" ہی کرسکتا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ ترکوں نے "ترکی عیسائیوں پر" آج تک محض اس لئے کبھی ظلم نہیں کیا، کہ برطانوی حکومت یا دوسری عیسائی حکومتیں، اپنی حکومت میں مسلمانوں پر ظلم کرتی رہی ہیں اس کے علاوہ "اسلامی احکام" کی رو سے مسلم حکمران مجبور ہیں کہ اپنے محکوم غیر مسلمو سے ہمیشہ بہتر سلوک کریں، جب تک وہ وفادار رہیں۔ اور شرعاً یہ امر کسی طرح جائز نہیں ہے، کہ اگر کسی غیر مسلم حکومت میں مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہو، تو وہ اس کا انتقام اپنے ان محکوم، اور ان وفادار غیر مسلموں سے لیں، جو مسلمانوں پر ظلم کرنے میں کسی طرح شریک نہیں ہیں۔

دوسرا "فرضی نظریہ" یہ ہے کہ مسلم اکثریت والے، اپنی مجموعی طاقت سے ہندو اکثریت والے صوبوں پر یلغار کردیں گے، اگر ان صوبوں کے مسلمانوں پر ظلم ہوگا، یا ان کے مجوزہ مفاد کو کوئی نقصان پہنچے گا۔ اور اسی فرضی حملہ کے خوف سے مسلم اقلیت کی حفاظت ہو جائیگی۔

میں یقین اور بصیرت کے ساتھ کہتا ہوں، اس دنیا کے موجودہ ماحول میں، یہ "فرضی نظریہ" بھی کبھی عملی شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ کیا مسلمانان ہند نا واقف ہیں، کہ ۱۸۵۷ء سے لیکر اس وقت تک مسلمانان ہند پر کیا کیا مصیبتیں نازل نہیں ہوئیں، مگر مسلمانوں کی

آزاد اور طاقتور حکومتوں ، خاص کر "خلافت اسلامیہ" نے اس ظلم سے بچانے کیلئے ابھی ہندوستان پر حملہ نہیں کیا ، حملہ تو بڑی چیز ہے ، کبھی انہوں نے اس کے متعلق نوٹس بھی نہیں دیا۔ دور کیوں جائیے ۔ ابھی ابھی کے تازہ واقعات ہیں ، البانیہ کی اسلامی ریاست پر جابرانہ قبضہ کر لیا گیا مگر تمام آزاد اور نیم آزاد اسلامی حکومتیں ، تماشہ دیکھتی رہیں ، کسی نے کوئی حرکت نہیں کی ۔ مسلمانان فلسطین نے اپنی داستان غم تمام دنیا کے مسلمانوں کو بار بار سنائی ، اسلامی حکومتوں کو خصوصیت کے ساتھ مخاطب کیا ، جہاد و استغاثہ کیلئے اعلان کیا ، مگر دنیا جانتی ہے ، کہ لفظی ہمدردی جس طرح ہندوستان کے مسلمان کرتے رہتے ہیں ، اسی طرح آزاد مسلم حکمرانوں نے بھی کی ، اور اس سے زیادہ کسی نے کچھ نہیں کیا۔

کیا ان واقعات کے بعد بھی ، کسی شخص کو یہ وہم ہو سکتا ہے کہ اس "فرضی نظریہ" کا کبھی وجود بھی ہوگا۔

مسلم اسٹیٹ کے اجزائے ترکیبی ، اور اسکی طاقت

اس کے علاوہ اس حقیقت کو بھی سامنے رکھا جائے ، کہ مسٹر جناح کی اسکیم کے ماتحت ان کے مفروضہ مسلم اسٹیٹ کے باشندے ، صرف مسلم ہی نہیں ہوں گے بلکہ غیر مسلم بھی ہوں گے ، جیسا کہ مسٹر جناح نے اپنے بیان میں خود اس کا اعتراف کیا ہے ، اسی کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے ، کہ وہ غیر مسلم باشندے بھی حکومت کے شریک کار ہوں گے ، پھر یہ کس طرح ممکن ہے ، کہ اس قسم کا "مشترک اسٹیٹ" جس کو مسٹر جناح غلط طور پر "مسلم ریاست" کہہ رہے ہیں ، دوسرے "مشترک اسٹیٹ" پر جس کو مسٹر جناح "ہندو اسٹیٹ" کہتے ہیں حملہ کر دے ، یا اپنے ہی اسٹیٹ کے اندر بے قصور ہندوؤں سے کوئی انتقام لے۔

الغرض اس قسم کے وہمی تصورات اس دنیا میں مجنون یا بدترین احمق کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ، میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح ان حقائق سے ناواقف نہیں ہیں ، اور وہ یقین کرتے ہیں کہ ان کی مجوزہ اسکیم کے ماتحت بھی ، اگر وہ بروئے کار آئے تو بھی ہندو اکثریت والے صوبوں میں

"مسلم اقلیت" کے حقوق، اور اس کی حفاظت کی کوئی ضمانت بعض مسلم ریاستوں کے قیام سے نہیں ہو سکتی۔

مسلم اقلیت کے حقوق سے دست برداری

اس لئے وہ اعلان کرتے ہیں کہ مسلم اقلیت والے صوبوں کو، چھ کروڑ مسلمانوں کی آزادی میں رکاوٹ پیدا نہیں کرنی چاہئے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنی یہ ہوئے، کہ دو کروڑ مسلمانوں کو ہندو اکثریت کی غلامی پر قناعت کر کے، چھ کروڑ مسلمانوں کو ان کے "مفروضہ اسٹیٹ" کے قیام کا موقعہ دینا چاہئے۔ چاہے ان دو کروڑ مسلمانوں کے مذہب، تمدن معاشرت اور جان و مال کو کسی قدر خطرات پیش آئیں اور خواہ وہ تباہ ہو جائیں۔

لیگ کی جدید اسکیم کی تاریخ

یہ ان کی اختیار کردہ اسکیم کچھ آج کی پیداوار نہیں ہے، سب سے پہلے ۱۹۲۲ء میں جبکہ کانگریس، جمعیۃ علماء، خلافت کانفرنس کے اجلاس، "گیا" میں ہو رہے تھے، بیرون ہند سے یہ اسکیم آئی تھی، جس کو مسلمان لیڈروں نے ناقابل التفات سمجھا، پھر ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس اسکیم کو اپنا کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے آواز بلند کی۔ بھائی پرمانند بھی جیل سے رہائی کے وقت اس اسکیم کو اپنے ساتھ لائے۔ خدا جانے اپنی فکر سے لائے، یا کسی اور نے دی تھی۔ مگر جب لندن میں گول میز کانفرنس ہوئی، تو "ہندو مسلم" حل کیلئے یہ اسکیم نہ مسٹر جناح کو یاد آئی، اور نہ ڈاکٹر اقبال مرحوم، اور دیگر مسلم لیگی، اور مسلم کانفرنسی لیڈروں کو، جو گول میز کانفرنس میں شریک ہوتے رہے، حالانکہ اس اسکیم کے پیش کرنیکا بہترین موقعہ وہی تھا، اگر یہ اسکیم مسلم لیگ کے نزدیک اہل ملک اور مسلمانوں کیلئے تسلی بخش تھی، تو عین اس وقت کیوں خاموش رہے، اور بار بار یورپین طرز کی مشترکہ جمہوری حکومت اور چودہ نکات پر

کیوں زور دیتے رہے؟

لیگ کی جدید اسکیم کا پس منظر

چونکہ لیگ کی نئی زندگی، صرف کانگریسی حکومتوں کے اصلی یا فرضی مظالم کی داستان پر مبنی تھی، اور انہیں مظالم کو بار بار بیان کر کے لیگ کے جھنڈے کے نیچے مسلمانوں کو جمع کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی، لیکن حسن اتفاق سے جب یورپین جنگ کے شروع ہوتے ہی کانگریسی حکومتیں خود بخود مستعفی ہو گئیں، تو عوام مسلمانوں کو کانگریس کے مظالم سے نفرت دلا کر لیگ کی طرف مائل کرنے کا بہانہ ہی ختم ہو گیا، اور عوام الناس کے جذبات کو مشتعل کرنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا، تو مسلم لیگ کیلئے سر دست کوئی چارہ کار نہیں رہا، کہ "مسلم انڈیا" اور "ہندو انڈیا" کا پر فریب لفظ بول کر نا سمجھ مسلمانوں کے جذبات کو مشتعل کر کے، لیگ کے جھنڈے کو گرانے سے بچایا جائے۔ کیونکہ غریب، جاہل مسلمان جو برطانوی حکومت میں بالکل مفلس ہو گیا ہے۔ خود دانہ دانہ کا محتاج ہے وہ بھی یہ تصور کر کے کہ مسلم لیگ ہندوستان کے ایک بڑے رقبہ میں "اسلامی راج" قائم کر رہی ہے، جس کے ذریعہ مذہب کی حفاظت ہو گی، اپنی تمام جسمانی، روحانی تکلیفوں کو بھول کر مسلم لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع رہیگا، تا آنکہ اسمبلیوں اور کونسلوں کے انتخابات کا زمانہ آئے، تو اس اسلامی حکومت کی اقامت کے نظریہ پر الکشن میں کامیابی ہو، اور اسی تخیل پر عوام کو لیگ کے جھنڈے میں پھنسائے رکھا جائے، اور اسی ترکیب سے عرصہ دراز تک غریبوں کو گمراہ رکھا بھی جا سکتا ہے۔

ایک ضروری تنبیہ

لیگ کے ہائی کمانڈ کو یقین کرنا چاہیے، کہ یہ ترکیب اور پالیسی بھی زیادہ دنوں تک کام نہیں دے گی، اور ایک دن اس تدبیر باطل کا پردہ چاک ہو کر رہیگا۔ بہر حال اگر

لیگ کے ہائی کمانڈ اس اسکیم پر اعتقاد بھی رکھتے ہیں، تو تین کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کا یہ سوال بدستور قائم ہے کہ آخر ہمارا ماتم کیوں ختم کیا گیا؟ ہم پر تو آج بھی مظالم اسی طرح ہو رہے ہیں، جس طرح کانگریسی حکومتوں کے زمانہ میں تھے۔ فسادات بھی ہو رہے ہیں، مسلمان شہید اور زخمی بھی ہو رہے ہیں، قربانی گاؤ پر پابندیاں بھی عائد ہوتی رہتی ہیں، اب ہم پر کیوں رحم نہیں کیا جاتا؟ اور پہلے کیوں کیا جاتا تھا۔ بلکہ اب ہم سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنے چھ کروڑ بھائیوں کیلئے اپنے کو قربان کردو، یہ بات تو پہلے بھی کہی جا سکتی تھی، دو ڈھائی سال تک خواہ مخواہ کیوں پریشان کیا گیا۔

مسٹر جناح سے ضروری سوال

اسی کے ساتھ یہ تین کروڑ مسلمان، مسلم لیگ کے ہائی کمانڈ سے یہ بھی سوال کر سکتے ہیں کہ جب چھ کروڑ مسلمانوں کی آزادی کے مقصد سے، دو کروڑ مسلمانوں کے لئے ہندوؤں کی غلامی قبول کی جا سکتی ہے، تو اسلامی ممالک کے تقریبًا ۲۰ - ۲۵ کروڑ مسلمانوں کی کامل آزادی اور برطانوی شہنشاہیت کی ہوس جہانگیری سے نجات دلانے کیلئے، پورے آٹھ، نو کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ہندو اکثریت کی غلامی کیوں گوارا نہیں کی جا سکتی؟ عقلی اور شرعی نقطۂ نظر سے اس صورت میں، اور مسٹر جناح کی تجویز کردہ صورت میں کیا فرق ہے؟ اس کو واضح کریں۔

اس وقت لیگ اور مسٹر جناح سے، مسلم اقلیت والے صوبوں کے تین کروڑ مسلمان اس سوال کا جواب دریافت کرنے میں اس لئے حق بجانب ہیں کہ تحریک خلافت اور تحریک آزادی سے مسلمانوں کو علیحدہ رکھنے کیلئے ہمیشہ یہی دلیل بیان کرتے رہے ا کہ ہندوستان کے مسلمان ہندوؤں کے غلام ہو جائیں گے۔ اور ان کی اس دلیل کا جواب آزادی پسند اور سرفروش مسلم جماعتوں اور افراد کی طرف سے ہمیشہ یہی دیا گیا۔ کہ ہم اولاً اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ ہم ہندوؤں کے غلام

ہو جائیں گے، اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر دیا جائے کہ ایسا ہی ہوگا جب بھی ہندوستان کی آزادی سے اسلامی ممالک کے ۲۰،۲۵ کروڑ مسلمان تو برطانوی شہنشاہیت کے تسلط سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو جائیں گے، مگر اس جواب سے مسٹر جناح کی ماپ کے لوگ، جو اس وقت لیگ کے رہنما ہیں کبھی مطمئن نہیں ہوتے، اور اسی وجہ سے یہ لوگ تحریک آزادی کے مخالف رہے اور علیحدہ رہے۔

مکمل آزادی اور فرقہ وارانہ مسائل

پس اگر آج بیس برس کے بعد مسٹر جناح اور ان کے ہم خیالوں کو، آزادی پسند مسلمانوں کی دلیل کی سچائی پر یقین ہو گیا ہے، تو پھر وہ کیوں تحریک آزادی میں بلاچون و چرا حصہ لینے کیلئے تیار نہیں ہوتے؟ اور کیوں کانگریس اور ہندوؤں سے صدق دل سے نہیں کہتے کہ ہندوستان کی کامل آزادی کی جدوجہد شروع کرو ہم ساتھ ہیں یا یہ کہیں کہ ہم شروع کرتے ہیں تم ساتھ دو۔ اور خواہ مخواہ کے لئے کیوں وہ فرقہ وارانہ مسائل کے عدم انفصال کو آزادی کی راہ میں رکاوٹ سمجھ رہے ہیں۔ اگر برطانوی حکومت ایسا کرتی ہے، تو اس کے لئے یہ زیبا نہیں ہو سکتا، مگر مسٹر جناح جیسے لوگوں کے لئے تو اب ان کی دلیل کی روشنی میں فرقہ وارانہ مسائل کے عدم انفصال کو آزادی کی راہ میں رکاوٹ قرار دینے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔ بہرحال مسلم اقلیت والے صوبوں کے مسلمانوں کو جن کی تعداد بقول مسٹر محمد علی جناح دو کروڑ ہے، یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ ڈھائی سال سے جس کے لئے مسلم لیگ ماتم کر رہی ہے، اب لیگ انہیں ہمیشہ کے لئے فراموش کرنے پر آمادہ ہو گئی ہے بشرطیکہ ان کی مجوزہ اسکیم بروئے کار آئے اور لوگ ان سوالوں کا مسٹر جناح یا ان کے ہم خیال تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے، جن کی طرف اس مضمون میں اشارات کئے گئے ہیں۔ اور سمجھدار لوگوں کے لئے لیگ کی مجوزہ اسکیم میں، دلخوش کن

الفاظ کے سوا کوئی معنی نہیں ہیں۔

تاہم اس کی "لغویت" کو سمجھنے اور اسلامی ضرر رسانی کا یقین کرنے کے لئے حسب ذیل امور پر غور کرنا چاہیئے۔

مسلم اسٹیٹ کے پُرفریب لفظ کی حقیقت

(۱) اگر ہندوستان کے ان حصوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں غیر مسلموں کی بھی آبادی باقی رکھی گئی، اور ان غیر مسلم آبادیوں کو بھی وہاں کے نظام حکومت میں حصہ دیا گیا، جیسا کہ مسٹر جناح کے توضیحی بیان سے ظاہر ہے، خاص کر اس حصے میں جہاں انہوں نے سکھوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے، تو اس صورت میں ان منطقوں اور حصوں کو "مسلم انڈیا" اور وہاں کی حکومت کو "اسلامی حکومت" قرار دینا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

اگر اس قسم کے قطعات کا نام مسلم انڈیا اور اسلامی حکومت ہے، تو وہ آج بھی موجود ہے۔ اگر ان لفظوں سے اپنے دل کو یا جاہل مسلمانوں کو خوش کرنا ہے، تو وہ آج بھی پنجاب، بنگال، سندھ، صوبہ سرحد کو مسلم انڈیا اور اسلامی حکومت کہہ سکتے ہیں ہاں اگر ان کی اسکیم یہ ہو کہ وہ ان حلقوں سے ایک ایک غیر مسلم کو نکال دیں گے یا یہ کہ ان حلقوں میں غیر مسلم باشندوں کو نظام حکومت میں کوئی حصہ بھی نہیں دینگے اور ان کو "محکوم محض" بن کر رہنے کی اجازت دیں گے، تو بلا شبہ اس صورت میں وہ ان حلقوں کو مسلم انڈیا، اور مسلم اسٹیٹ یا ریاست کہہ سکتے ہیں، مگر ہر شخص یہ جانتا ہے کہ ایسی صورت نہیں ہوگی، اور نہ لیگ کے ہائی کمانڈ کے دماغ کے کسی گوشہ میں یہ تصور موجود ہے، تو پھر مسلم انڈیا اور مسلم ریاست کے بے معنی الفاظ بول کر غریب مسلمانوں کو کیوں پریشان کیا جا رہا ہے؟

"دفاع، کسٹم اور خارجی پالیسی، فیڈریشن کے
"اختیار" میں ہوں گے یا اس کے اجزا ترکیبی کے؟"

(۲) مسٹر جناح مسلم اکثریت والے صوبوں یا حصوں کو علیحدہ و مستقل خود مختار ریاست تجویز کرتے ہوئے، ان سب کا ایک فیڈریشن تجویز کرتے ہیں۔ یعنی ایک مرکزی اسلامی فیڈرل حکومت بھی ان کے خیال میں ہونی چاہیئے۔ اسی طرح ہندو اکثریت والے صوبوں یا حصوں میں ہندو خود مختار حکومت تسلیم کرتے ہوئے انکا ایک فیڈریشن اور فیڈرل حکومت تجویز کرتے ہیں۔

اسی طرح خود مختار دیسی ریاستوں کا فیڈریشن ہوگا یا ریاستیں اپنی خود مختاری قائم رکھتے ہوئے، ان ہی مذکور الصدر "اسلامی فیڈریشن" یا "ہندو فیڈریشن" میں شریک ہو جائیں گے۔

اسی کے ساتھ جناح صاحب "ہر دو" یا "ہر سہ" فیڈریشن کی خود مختار ریاستوں کے لئے دفاع، خارجی پالیسی اور کسٹم کے حقوق و اختیارات دینا چاہتے ہیں، جیسا کہ مسلم لیگ کی تجویز کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے۔ مگر ہر معمولی سمجھ کا آدمی جان سکتا ہے، کہ کسی فیڈریشن کے "اجزاء ترکیبیہ" اور خود مختار ریاستوں کو یہ حقوق براہ راست نہیں دیئے جا سکتے، کیونکہ اس صورت میں فیڈریشن اور فیڈرل حکومت کا کوئی وجود ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ اسی لئے مسلم لیگ کی تجویز کا مطلب صرف یہی لیا جا سکتا ہے کہ مسلم فیڈریشن، ہندو فیڈریشن اور دیسی ریاستوں کے فیڈریشن کے ہاتھ میں دفاع، خارجی پالیسی اور کسٹم کے کامل اختیارات دیں گے، لیکن ان امور میں ہر دو یا ہر سہ فیڈریشن کے استقلال اور مطلق العنانی کی صورت میں کوئی فیڈریشن خاص کر مسلم فیڈریشن اطمینان کے سانس نہیں لے سکتا ہے۔ فرض کیجیے کہ ہندو فیڈریشن جاپان و چین یا برطانیہ سے اپنے روابط دوستانہ قائم کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہے، اور مسلمان فیڈریشن اپنے

اندرونی و بیرونی مفاد کو پیش نظر رکھ کر افغانستان، ایران، مصر، حجاز، ترکوں کے ساتھ روابط کو ترجیح دیتا ہے، اور برطانیہ کے روابط کو مضر سمجھتا ہے۔ ایسی صورت میں تمام ہندوستانیوں، خاصکر مسلم فیڈریشن والوں کو جن مشکلات کا سامنا ہوگا اس کے تصور سے ہر سمجھدار انسان حیران و ششدر رہ جاتا ہے۔

مرکزی فیڈریشن اور اسکی نوعیت

ان مشکلات پر نظر کرتے ہوئے لامحالہ ایک ایسے مرکزی فیڈریشن کی صورت خود بخود پیدا ہوجاتی ہے جس میں ہندو فیڈریشن، مسلم فیڈریشن اور دیسی اسٹیٹ فیڈریشن برابر کے شریک ہوں، اور اسی کے ہاتھ میں دفاع، خارجی پالیسی اور کسٹم وغیرہ کے معاملات ہوں تاکہ ہندوستان پر خارجی حملوں کی صورت میں مرکزی فیڈرل حکومت کی رہنمائی میں، ہندوستان متحدہ طور پر اپنی آزادی کو قائم رکھ سکے اسی طرح بیرونی حکومتوں سے تجارتی معاملات وغیرہ تمام ہندوستان کے لئے اسی ایک مرکز سے متعلق ہوں ورنہ ہندوستان خاص کر مسلم فیڈریشن کے حصے اقتصادی حیثیت سے گھاٹے میں رہیں گے۔

جب خود مسلمانوں کے مفاد اور ہندوستان کی ترقی و امن کے لئے، ایک اور مرکزی فیڈرل حکومت کی ضرورت ہوجائے گی، تو یہ بات سمجھنے کی ہے کہ مسلم انڈیا" پر کس قدر کافی بار پڑ جائیگا، صوبجاتی خودمختاری کے اخراجات کے علاوہ ایک" بار عظیم" مسلم فیڈرل حکومت پر ہوگا، اور ایک بڑی رقم مرکزی فیڈرل کو ادا کرنی پڑے گی۔

اسی کے ساتھ مسلم صوبجات کے حلقوں کی وسعت اور اس کے مالی مسائل پر بھی غور کیجئے، تو اندازہ ہوجائیگا، کہ مسلم حلقوں کو اپنی موجودہ حالت قائم رکھنا بھی مشکل

ہو جائے گا، چہ جائیکہ تعلیمی، اقتصادی اور تمدنی ترقی کرنا!!

مرکزی فیڈریشن اگر نہ ہو؟

اگر مسلم فیڈریشن، ہندو فیڈریشن اور دیسی ریاستوں کی فیڈریشن کی کوئی مرکزی فیڈریشن نہ ہو تو پھر اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ ان تمام فیڈریشنوں پر ایک بالادست طاقت مسلط ہو اور وہ "برطانیہ" ہوگی۔ گویا برطانیہ کی غلامی بدستور قائم رہے گی۔ اور مسٹر جناح کے بیان میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے، اور وہ یہ کہ وہ برما اور سیلون سے ہندوستان کے تعلقات کو بیان کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس طرح برطانیہ کی طاقت برما اور سیلون اور ہندوستان کو باہم وابستہ رکھے ہوئے ہے اسی طرح مسلم فیڈریشن اور ہندو فیڈریشن کو بھی وہ وابستہ رکھیگا۔ گویا مسلم لیگ اور مسٹر جناح کو برطانیہ کی غلامی بہرحال منظور ہے۔

ان حالات میں مسلمانوں کو اچھی طرح سوچنا چاہیئے کہ مسٹر جناح انہیں کدھر لے جا رہے ہیں۔؟" (ماخوذ از نقیب)

حضرت مولانا مرحوم کی اس تفصیل اور ان تشریحات کے بعد جو ہم نے ان کے مضمون سے حاصل کی ہیں، ایک سمجھدار شخص کو کیا گنجائش باقی رہجاتی ہے اور اس سے علماء کی اس سیاسی بیداری اور سوجھ بوجھ کا بھی پتہ چل جاتا ہے جس سے جاہل اور بے خبر انسان ناواقف ہیں۔

اب تو پاکستان کے خلاف بہت سے خطرات ظاہر کیے جا رہے ہیں لیکن اس وقت تو حضرت مولانا سجاد صاحب کی پہلی آواز تھی جو مسلم لیگ کے ریزولیشن کے خلاف نکلی تھی۔ ادھر لاہور میں تجویز پاس ہوئی اور مسٹر جناح نے اسکی توضیح میں بیان دیا اور ادھر مولانا سجاد مرحوم کے دوررس دماغ نے ان تمام خطرات اور مصائب و آلام کو مستحضر کر دیا جو پاکستان کے دامن میں پوشیدہ تھے اور جسکو نادان لوگ اپنی بڑی

کامیابی سمجھ رہے ہیں، اور بے وقوف مسلمان اس زہر کے پیالے پر اس طرح گر پڑتے ہیں، جیسے وہ شہد کا پیالہ پینے کو دوڑ رہے ہیں۔ اور ان کو معلوم نہیں کہ یہ ایک جال ہے جس میں مسلم لیگ جس کو اب سرکاری لیگ کہنا کسی طرح بھی بے جا نہیں عوام مسلمانوں کو پھانس کر اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے اس سے زیادہ اس پاکستان کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ اقتدار کے بھوکے چونکہ مسلم اقلیت کے صوبوں سے مایوس ہو چکے ہیں، اس لئے یہ عزت واقتدار کے متلاشی، مسلم اکثریت کے صوبوں کو اکھاڑہ بنانا چاہتے ہیں۔

اور میں آپ سے نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اگر ان کو پنجاب بنگال اور سرحد وغیرہ میں ان کے حسب منشا اقتدار میسر آگیا جیسا کہ اس کی توقع ہے، تو یہ جاٹوں اور سکھوں سے نہیں الجھیں گے بلکہ یہ مسلمانوں ہی پر ظلم کریں گے اپنی چنگیز خانی مظالم کا اعادہ کریں گے جو انہوں نے اب تک کئے ہیں۔

میرے عزیزو! بنگال کے قحط کو یاد کرو، اور لاکھوں انسانوں کا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا دیکھو، اور سرکاری لیگ کے ذی اقتدار حضرات کے حسن انتظام کی داد دو، یہ سب کچھ مسلم لیگی وزارت میں ہوتا رہا۔ کیا دنیا کے ممالک کی کوئی ایک مثال پیش کر سکتے ہو کہ حکومت کے گودام غلہ سے بھرے ہوتے ہوں، اور پھر رعایا کے لاکھوں انسان بھوک کا شکار ہو رہے ہوں، کیا اس سے بڑھ کر سفاکی کی کوئی مثال بتا سکتے ہو؟ اور نفع اندوزی کی اس سے بدتر کوئی نظیر ہو سکتی ہے یہ ظلم بنگالی مسلمانوں پر ہوا، یا بنگالی ہندوؤں پر؟ یہ انتقام مسلمانوں سے کس جرم کی پاداش میں لیا گیا؟ کیا یہ لوگ مسلم اقلیت کے صوبوں کا "انتقام" اپنی ہندو رعایا سے لیں گے۔

"شیر بنگال" کا نعرہ

مسٹر فضل حق جس زمانہ میں "شیر بنگال" تھے۔ انہوں نے لکھنؤ میں ایک ایسا

احمقانہ اعلان کیا تھا کہ اگر ہندو حکومتوں میں مسلمانوں پر ظلم ہوا تو میں اس کا انتقام اپنے صوبے کے ہندوؤں سے لوں گا۔ لیکن اس کے بعد جب شیر بنگال والسرائے سے ملے، تو اپنی دماغی خرابی کا ذکر کر کے والسرائے سے معذرت کر آتے، اور پھر بنگال پہنچکر ایک بیان دیدیا کہ تقریر کرتے وقت میرا دماغی توازن قائم نہیں تھا کیا یہ لوگ ہندوؤں سے انتقام لیں گے؟

اور جناب کے نقطۂ نگاہ سے تو کانگریسی حکومتوں میں بڑے سنگین مظالم ہوئے پھر ان "سورماؤں" کا اب کس نے ہاتھ پکڑا تھا، انہوں نے اپنے اپنے صوبوں کے غیر مسلموں سے اس کا انتقام کیوں نہیں لیا؟ جب انہوں نے اب انتقام نہیں لیا، تو کیا پاکستان بن جانے کے بعد، جب ان کی ذمہ داری اور بڑھ جائے گی، اس وقت یہ انتقام لے کر دکھلائیں گے۔

حضرات! میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ یہ لوگ انگریزوں کے مقابلہ میں تو بزدل ہیں ہی لیکن یہ ہندو کا مقابلہ کرنے کی بھی ہمت نہیں رکھتے، ہاں! یہ اپنوں پر خوب ظلم کرنا جانتے ہیں۔

خدا کے واسطے مجھے بتاؤ، بنگال میں قحط کی مصیبت سے مسلمان زیادہ مرے یا ہندو؟ صوبہ سندھ میں پیر پگاڑو اور اس کے متعلقین جو تباہ کئے گئے وہ ہندو تھے یا مسلمان؟ وہ کیسے ہی برے تھے، لیکن خوارج سے تو زیادہ برے نہ تھے۔ پھر امام محمدؒ کی "سیر کبیر" سے فتوا دینے والے اس وقت کہاں تھے؟ ان کی آنکھوں کے سامنے صوبہ سندھ کی ایک مسلم قوت جوڑی رعب و ہیبت تھی ختم کی جا رہی تھی، لیکن یہ بزرگ منہ میں گھنگنیاں ڈالے بیٹھے رہے اور سیر کبیر ان کو میسر نہ آئی۔ آج جبکہ کوئی تباہی ہے، نہ جہاد بالسیف ہے، نہ کہیں مسلمانوں کی شوکت کو صدمہ پہنچ رہا ہے، یہ بزرگ اپنے گوشے سے امام محمدؒ کی

سیر کبیر سے استدلال کرتے ہوئے، قادیانیوں اور علی الاعلان فاسقوں کی حمایت کرتے، اور ان کے جھنڈے تلے بھولے بھالے مسلمانوں کو جمع کرنے کی غرض سے نکل آئے ہیں

اچھا، اگر صوبہ سندھ کے "حر" خوارج سے بھی بدتر تھے، اور ان کی حمایت کرنا اسلام کے خلاف تھا، تو کیا خاکسار بھی خوارج سے برے تھے، کہ ان کا خون لاہور کی سڑکوں پر بہتا ہوا دیکھ کر تم خاموش رہے اور تم کو سیر کبیر کا جزئیہ نظر نہ آیا

اچھا، اگر خاکسار برے تھے، تو کیا "آرے" کے مسلمان اور "پانی پت" کے مسلمان بھی خارجیوں سے بدتر اور زیادہ گناہگار تھے؟

سبحان اللہ! کیا لوگ ہیں، کہ جب کبھی ان پر حق ظاہر ہوتا ہے، تو انگریزوں کی حمایت میں ظاہر ہوتا ہے، یا سرکاری پارٹی کی حمایت میں ظاہر ہوتا ہے۔

میرے عزیزو! تم لاکھوں مسلمانوں کو بھوکا مار دو، تو تم پر کوئی الزام نہیں، تم "حروں" کی جماعت کو تباہ کر دو، تو تم پر کوئی گناہ نہیں، تم خاکساروں کو لاہور کی سڑکوں پر، اور "آرے" کے مسلمانوں کو، اور پانی پت کے مسلمانوں کو لہولہان کرا دو اور شہید کرا دو تو بے قصور ہو۔ تمہاری حکومت صوبہ سرحد میں سکھوں کا مندر تعمیر کرا دے تو قابل تحسین و صد مبارکباد۔ بھلا تم، اور غریب مسلمانوں کا بدلہ، تم اور مسلم اقلیت کا انتقام، تم اور اسلامی حکومت، تم اور قرآنی حکومت کا استقلال، اللہ اللہ، یہ منہ اور مسور کی دال۔

قرآن نے تمکین فی الارض کی یہ شرط بیان کی ہے۔ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ

ان لوگوں کو اگر ہم زمین میں اختیار دے دیں، تو وہ نمازوں کی پابندی کریں، اور زکوٰۃ دیں، اور نیک باتوں کا حکم کریں، اور بری باتوں سے لوگوں کو منع کریں۔

اب آپ خیال کیجیے، جو لوگ نماز اور زکوٰۃ کا مذاق اڑائیں علی الاعلان فسق و فجور کا ارتکاب کریں، نیک کاموں کو جانتے ہی نہ ہوں، اگر ایسے بزرگوں کو کسی حصہ زمین میں

حاکمانہ اختیار مل جائیں، تو یہ کیا کریں گے؟

آپ کے اسی میرٹھ میں حضرت مولانا شبیر احمد مدظلہ نے لیگی لیڈروں کو جو پند و نصائح اپنے خاص انداز میں فرمائے ہیں، اگر یہ لوگ مولانا کی پچیس فی صدی نصیحتوں پر عمل کر کے بھی دکھادیں، تو میں سمجھوں کہ یہ واقعی اسلام کی خدمت کرنے والے ہیں اور واقعی یہ اسلام سے محبت کرتے ہیں۔ اگر ان لوگوں کو حضرت مولانا مدنی مدظلہ سے نفرت و دشمنی ہے، تو مولانا شبیر احمد صاحب سے تو محبت ہے ان کو تو سچا اور پکا عالم مانتے ہیں۔ ان کے ہی کہنے پر عمل کر کے دکھاؤ، ورنہ میں سمجھوں گا کہ تم نے محض ایک گوشہ نشیں عالم کو اپنی اغراض مشئومہ کا آلہ کار بنایا ہے، اور تم اس کو اس کے ضعف و ناتوانی، اور بیماری کے باوجود اسلئے لئے لئے پھر رہے ہو، کہ شومئی قسمت سے وہ تمہارے مطلب کی کہہ رہا ہے۔ ورنہ تم تو علماء کے سایہ سے بھاگنے والے لوگ ہو۔ تم نے تو علماء کے وقار کو ختم کرنے اور مٹانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ سرسید کے نحوس دور سے آج تک تمہارا ایک ہی مطمح نظر رہا ہے، کہ جس طرح ہو سکے مذہب کی آواز کو دباؤ۔ اور اسی فریضہ کی آجکل کمیونسٹ نوجوانوں سے تکمیل کرائی جا رہی ہے۔

یہ لوگ مولانا شبیر احمد صاحب سے بھی جب ہی تک عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں، جب تک وہ اُس پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں جس کا تخیل ان کے اکابر سے چلا آرہا ہے اور وہ اپنی سادہ لوحی سے یہ سمجھ کر اس کی تائید کر رہے ہیں کہ مسٹر جناح بھی شمال مغرب ہندوستان میں وہی پاکستان قائم کرنا چاہتے ہیں، جو مولانا اسمٰعیل اور حضرت سید احمد بریلوی قائم کرنے تشریف لیگئے تھے، یا جس پاکستان کو قائم کرنے کی غرض سے حضرت مرشدی و مولائی شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبید اللہ سندھی کو افغانستان اور ترکستان بھیجا تھا۔ جس دن مولانا شبیر احمد صاحب کو اس حقیقت کا انکشاف ہو جائیگا کہ لیگیوں کے تصور میں بھی وہ پاکستان نہیں ہے، جو ان کے بزرگوں کے پیش نظر تھا۔ یہ تو بدترین

قسم کی یورپین جمہوریت کا ایک مشترکہ ملک ہوگا جس میں عوام کی حکومت ہوگی اور ہندو مسلمان اور سکھ مل کر اپنا قانون بنائیں گے، اور وہ ایسا ہی پاکستان ہوگا جیسا انگلستان میں "السٹر" ہے، تو میں سمجھتا ہوں، کہ مولانا شبیر احمد صاحب ایک منٹ بھی اس سرکاری لیگ کے پیچھے پیچھے دوڑتے نہ پھریں گے، اور وہ وقت انشاء اللہ جلد یا بدیر ضرور آکر رہیگا۔ اور مجھکو توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الہند اور مولانا اسمٰعیل شہید، اور مولانا شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ اجمعین کے نام لیواؤں کو، زیادہ دنوں تک گمراہی اور کج روی پر قائم نہیں رکھیگا کیونکہ اس خاندان کے بعض شاگرد غیر مقلد تو ضرور ہوگئے ہیں لیکن انگریز پرست اور انگریزی اقتدار کے حامی یا سرکاری پیٹھوں کے طرفدار نہیں ہوئے ہیں، اور اگر کبھی ان بزرگوں کا کوئی نام لیوا ایسے راہ ہوا بھی ہے، تو ان بزرگوں کے روحانی تصرفات نے اس کو سنبھال لیا ہے، مگر یہ کہ وہ اپنی قسمت ہی میں گمراہی درج کرانے والا ہو، تو دوسری بات ہے خدا تعالیٰ جس دن وہ مبارک ساعت لائیگا، اور مولانا شبیر احمد صاحب اس سرکاری ٹولی سے کٹ کر اپنے بزرگوں کے سچے نام لیواؤں کی طرف آئیں گے، اُس دن دیکھنا، یہ مولانا شبیر احمد صاحب کے ثنا خواں کیسی گل فشانی کرتے ہیں، اور میرٹھ کے مولانا عارف اللہ صاحب "مولانا شبیر کی منقبت میں کیسا قصیدہ پڑھتے ہیں۔ ترجعو الا نی معکم من المتربصین۔

دو قوموں کا نظریہ

حضرات! چونکہ پاکستان کی بحث میں، ہندوستان کی دو قوموں کا تذکرہ بھی آتا ہے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس پر بھی آپ سے کچھ عرض کروں۔ علیحدگی کی وجود بیان کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں، اس لئے ان کو الگ الگ ہونا چاہیئے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ دلیل بھی بہت کمزور ہے۔

دو قومیں ہونے کے باوجود بھی۔ آپس میں مل جل کر رہ سکتی ہیں، اور ہمیشہ رہا کرتی

تھیں۔ اگر یہ قاعدہ بنا لیا جائے کہ دو قومیں ایک ملک یا ایک سرزمین میں آباد ہی نہیں ہو سکتیں
تو سب سے پہلے پارسیوں کی ایک حکومت قائم کیجئے، پھر سکھوں کو علیحدہ کیجئے۔ بھلا یہ بھی کوئی
دلیل ہے کہ جن دو قوموں کے کھانے، پینے، مرنے جینے کے ڈھنگ جدا ہوں، ان کو زمین
کے الگ منطقوں پر بساؤ۔ اگر دو قوموں کے لئے یہ ضروری ہے، کہ وہ کسی سرزمین پر مل کر
بیٹھ ہی نہیں سکتیں، تو آخر کونسلوں اور میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں میں تم دوسری
قوموں کے ساتھ مل کر کیوں بیٹھتے ہو؟ یہ کیسی لغو اور پوچ دلیل ہے، جس کو تم نے
پاکستان کا مبنیٰ قرار دیا ہے۔

دو قوموں کا معیار کیا ہے

میرے عزیزو! سب سے پہلے ہمیں اس امر پر غور کرنا ہے، کہ قوم کا اصلی معیار کیا
ہے، اور قومیں تقسیم کس طرح ہوتی ہیں؟ یوں تو آپ سب ہی جانتے ہیں کہ ہم سب
ایک نفس واحدہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور سب ایک باپ کے بیٹے ہیں،
یا بقول مورخین ساری دنیا کے انسان، حام، سام، یافث کی اولاد ہیں۔ ان سب کو
متحدہ قومیت کا لقب بھی دیا جا سکتا ہے اور ان کی علیحدہ علیحدہ تقسیم بھی کی جا سکتی
ہے۔ دنیا کی کسی قوم میں بھی آپ کوئی چیز ایسی نہیں بتا سکتے جو "مابہ الاشتراک" نہ ہو، اور
ایسی بھی کوئی دو قومیں نہیں، جن میں کوئی چیز "مابہ الامتیاز" نہ ہو۔ پھر ایسی حالت میں
کہ جب ہر قوم یا ہر گروہ میں کوئی نہ کوئی چیز ایسی مخصوص موجود ہے، جو دوسرے فرقہ
یا گروہ میں نہیں، تو اس طرح ہندو مسلمانوں کا کیا سوال ہے، خود مسلمانوں میں سینکڑوں
قومیں نکل آئیں گی، اور ہندوؤں میں تو اس قسم کی قوموں کا کوئی شمار ہی نہیں۔

اگر "وطن" کا اعتبار کرو، تو ہندو مسلمانوں کو "دو قومیں" کہا ہی نہیں جا سکتا۔ اگر "نسل"
کا اعتبار کرو، تو جو قومیں ہندوؤں سے مسلمان ہوئی ہیں، ان کی متحدہ قومیت میں تو
کوئی شک ہی نہیں، البتہ جو قومیں عرب سے آئی ہیں، ان کو دوسری قوم کہہ دو تو مضائقہ

نہیں۔ اگر "زبان" کے اعتبار سے دو قومیں بنتی ہیں، تو بنگال کے ہندو مسلمان ایک قوم پنجابی بولنے والے ہندو مسلمان ایک قوم، مدراس کے ہندو مسلمان ایک قوم، رہا "مذہب" کے اعتبار سے قوموں کی تقسیم، تو وہ بھی ایسی کمزور بات ہے جو چلنے والی نہیں، اور خود قرآن حکیم کی تصریحات اس کے منافی ہیں۔

غرض میں نے اس مسئلہ پر جس قدر غور کیا ہے تو یہی سمجھتا ہوں کہ ہر شخص اپنے اپنے ذوق کے موافق جب چاہتا ہے تقسیم کر لیتا ہے، اور جب چاہتا ہے متحد کر بیٹھتا ہے۔ لوگوں کے پاس کوئی ایسا معیار نہیں جس سے ابولہب اور ابوطالب اور حضرت عباسؓ اور حضرت حمزہؓ دو قوموں کے افراد بن جائیں، اور نہ ایسا کوئی معیار ہے جس سے انصار اور مہاجرین ایک قوم سمجھے جائیں۔

اگر کھانے پینے کی مطابقت سے ایک قوم بنتی ہے، تو پھر مسلمان اور عیسائی ایک قوم شمار کئے جائیں۔ اور اگر تارفین کی مناسبت سے قوم بنتی ہو تو جاپان اور ہندوستان کے مسلمان اور عیسائیوں کو ایک قوم سمجھنا چاہئے۔ اور اگر چھوت چھات کی بنا پر کسی ملک کے باشندوں کو دو قومیں کہا جا سکتا ہے تو پھر ہندو بھی ایک قوم نہیں ہے کیونکہ ہندوؤں میں چھوت چھات کا ایسا مرض ہے، کہ وہ صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ ایسا نہیں کرتے، بلکہ خود آپس میں بھی ان کے ہاں یہ چھوت چھات جاری ہے۔

یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ ہندو مسلمان دو قومیں ہیں، مسلمان ایک قوم ہندو ایک قوم، لیکن جناب نے کبھی اس کی تحقیقات بھی کی ہے اگر اس قسم کے معمولی فرق پر قوموں کی تقسیم رکھی گئی، تو خدا جانے ہندوستان میں کس قدر قومیں پیدا ہو جائیں گی۔ اسی لئے ہمیں جذبات سے علیحدہ ہو کر غور کرنا چاہئے۔

سرسید کا نظریہ

سرسید مرحوم نے ایک موقعہ پر پنجاب کے سفر میں ہندوؤں سے خطاب کرتے

ہوئے فرمایا تھا:-

"آپ نے جو لفظ اپنے لئے "ہندو" کا استعمال کیا ہے، وہ میری رائے میں درست نہیں ہے، کیونکہ ہندو میری رائے میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے، بلکہ ہر ایک شخص ہندوستان کا رہنے والا اپنے تئیں "ہندو" کہہ سکتا ہے۔ پس مجھے نہایت افسوس ہے کہ آپ مجھ کو باوجود اس کے، کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں، ہندو نہیں سمجھتے"۔ (روشن مستقبل صفحہ ۲۷)

سرسید کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ وطن کے اشتراک کو ایک قوم ہونے کیلئے کافی سمجھتے تھے۔ اور یہ بات بڑی حد تک ہے بھی صحیح، میں نے ابھی عرض کیا تھا، کہ اگر معمولی فرق سے قوموں کی تقسیم شروع ہو جائے، تو بڑی مشکل ہو گی۔ آپ مسلمانوں ہی میں دیکھئے، انصاری ایک قوم، پنجابی ایک قوم، قریشی ایک قوم، شیعہ ایک قوم، سنی ایک قوم، قادیانی ایک قوم، بنگالی ایک قوم۔ جب آپ کے ہاں یہ حالت ہے، تو ہندوؤں کا کچھ کہنا ہی نہیں۔ ان کے ہاں تو خدا جانے کتنی قومیں شامل ہیں، اگر ان تمام قوموں کو علیحدہ علیحدہ ایک قوم مان لیا جائے، اور ان میں سے ہر ایک یہ مطالبہ شروع کر دے، کہ جناب مجھے بھی "حصہ رسدی" آزادی ملنی چاہئے، میں کسی دوسری اکثریت کے ماتحت زندگی نہیں گذار سکتا، تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایک ایک ضلع بھی، اس ملک کی ایک ایک قوم کو دیا گیا، تو ہندوستان پورا بٹ جائیگا اور قومیں باقی رہ جائیں گی۔

پھر بقول مولانا سجاد مرحوم تم کتنی ہی ریاستیں، یا حکومتیں یا فیڈریشن بنا لو، پھر تمہیں ایک مرکزی حکومت بنانی ہی پڑیگی، جو تم سب پر کنٹرول رکھے گی۔ ورنہ آپس میں لڑو گے، یا کسی کو روس کھا جائیگا، اور کسی کو جاپان و چین کھا جائیگا، اور کسی کو نیپال دبا لے گا۔ غرض ان چھوٹی ریاستوں کا تحفظ کون کریگا، یا پھر انگریز کو قیامت تک

یہاں مسلط رکھنا پڑے گا۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ مذہب کے اعتبار سے بھی قوموں کی تقسیم کرنا غلط ہے۔ قرآن نے ان تمام پیغمبروں کو جن قوموں کی طرف بھیجا گیا تھا ان کو ان کا ہم قوم و ہم زبان بتایا ہے فرماتے ہیں:- وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ یعنی ہم نے کسی رسول کو بھی نہیں بھیجا، مگر یہ کہ وہ اپنی قوم کا ہم زبان ہوتا تھا۔ اور یہ تو آپ کو ہر پیغمبر کی تقریر میں ملے گا۔ یا قوم انی لکم نذیر مبین اے میری قوم! میں تم کو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

یہ قوم کا لفظ جیسا کہ آپ کو دس ہزار سال پیشتر کے پیغمبر حضرت نوح کی تقریر میں ملے گا، اسی طرح خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات میں بھی ملے گا۔ اللھم اھد قومی فانہم لا یعلمون یا اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما یہ لوگ ناسمجھ ہیں۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں تو قوم سے بڑھ کر قرابت کے نام پر بھی اپیل موجود ہے۔ فرماتے ہیں:- قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب اپنے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ نیگ، مگر دوستی چاہیئے ناتے میں۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں:- آپ یوں کہئے، میں تم سے اور کچھ مطلب نہیں چاہتا، بجز رشتہ داری کی محبت کے۔

تو اگر کا فر رشتہ داروں سے قرابت اور ناتے کا نام لے کر اچھے برتاؤ اور محبت و ہمدردی کی اپیل کی جا سکتی ہے، تو قوم کا لفظ تو اس سے ہلکا ہی ہے۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک متحدہ قومیت اور ہموطن ہونے کے باوجود، اس مغایرت کی وجہ سے جو اسلامی تمدن اور تہذیب نے پیدا کر دی ہے، ان کو "کفارِ ہند" اور ہم کو اسلامیانِ ہند" کہا جائے" جیسا کفار مکہ" اور" مسلمانانِ مکہ" یا جیسے کفار عرب اور" مسلمانانِ عرب" یا جس طرح کفار

قریش، اور قریشی مسلمان۔

اس اصطلاح پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ بکثرت شائع اور ذائع ہے۔ کفار عرب کو ان کے کفر نے "عربی" ہونے سے خارج نہیں کیا، نہ ان کو "مکی" ہونے سے خارج کیا۔ بلکہ ان کو قریشی ہونے سے بھی خارج نہیں کیا بلکہ پیغمبر کی قرابت داری اور رشتہ داری سے بھی نہیں نکالا۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ اسلام نے ہم کو ایک خاص تہذیب و تمدن کا مالک بنادیا ہے، اور اعمال و عقائد میں ہماری خاص رہنمائی کی ہے، اور اسلام سے ہم نے وہ وہ نعمتیں حاصل کیں، جس سے افسوس ہے کہ ہماری ہم وطن قوم ابھی تک محروم ہے، مگر ہم نا امید نہیں ہیں، اور ہم کو یقین ہے، کہ ہمارے ہندو بھائی جس قدر اسلامی تعلیم کا مطالعہ کریں گے، اسی قدر وہ اسلامی تہذیب کے قریب ہوتے جائیں گے۔

میں ہندوؤں سے نا امید نہیں ہوں، کیونکہ میری تعداد میں جس قدر اضافہ ہوا ہے وہ یہود و نصاریٰ کے قریب ہونے سے نہیں ہوا، بلکہ میری تعداد اور میری مردم شماری کو، مشرکوں نے اسلام قبول کر کے بڑھایا ہے۔ اس لئے میں ہندوؤں سے برسر پیکار ہونے کو، اسلامی تبلیغ کیلئے ضرر رساں سمجھتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندوؤں نے اسلام قبول کرنے میں جس قدر تاخیر کی، اس کی بہت بڑی ذمہ داری ہماری بد اعمالی اور بد اخلاقی پر ہے۔ ورنہ اسلام بھی کوئی ایسی چیز ہے، کہ اس کو قبول کرنے سے کوئی سمجھدار اور شریف انسان انکار کر سکتا ہے؟ اور مجھے تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ جو لوگ ہندوؤں سے منافرت پیدا کرانے میں پیش پیش ہیں اور مسلمانوں کے تمدن اور کلچر کے محافظ بننے کی مدعی ہیں، خود انکی حالت

یہ ہے کہ وہ یورپین تہذیب و تمدن کے یہاں تک دلدادہ ہیں کہ انہوں نے انگریزوں
کا صرف فیشن ہی نہیں قبول کیا، بلکہ اپنے ملازموں کو بھی حکم دے رکھا ہے کہ
ہم کو "صاحب" کہا کرو۔ جب ان کی کوٹھی پر جائیے، تو چپڑاسی کہتا ہے "صاحب
سو رہا ہے" "صاحب گیا ہوا ہے" "صاحب اس وقت ملنا نہیں چاہتا"۔

تم میں اور انگریزوں میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا وضع قطع، چال ڈھال،
بول چال، کوٹ پتلون، سگرٹ اور سگار، شراب اور ڈنر، وہ کون سی بات
ہے جس میں تم یورپین لوگوں کے ہم شکل نہیں ہو۔ تو کیا تم اور انگریز ایک قوم ہو؟

اگر صورت قدرتی طور پر تمہاری سیاہ نہ ہوتی، تو تم نے انگریز بننے
میں کونسی کسر اٹھا رکھی ہے۔ اس تہذیب و تمدن کی یکسانیت اور یگانگت
کے باوجود، تم کو کانگریس اور گاندھی ٹوپی سے نفرت ہے، ہر پلیٹ فارم پر ہندوؤں
کیساتھ بیٹھتے ہو، ملتے جلتے ہو، مشترکہ سب کمیٹیوں میں شریک ہوتے ہو، دعوتوں
میں جاتے ہو، ایک میز پر گوشت خوار ہندوؤں کے ساتھ بیٹھکر کھانا کھاتے ہو، مگر
کانگریسی پلیٹ فارم پر بیٹھنے والے مسلمانوں کو کافر کہتے ہو، کیونکہ تم نے ایک نئی قسم
کا کفر ایجاد کیا ہے، اور وہ کفر گورنمنٹ برطانیہ کی مخالفت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منکر، حضرت سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے دشمن تمہارے
نزدیک مسلمان، مذہب کا مذاق اڑانیوالے، قرآن اور شریعت اسلامی کو فرسودہ کہنے
والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خدائے برتر و بزرگ کی شان میں گستاخی کرنے والے
غرض ہر قسم کا کافر تمہارے نزدیک مسلمان، اور گورنمنٹ برطانیہ کو نکالنے اور اپنے ملک کو
حکومت متسلطہ سے آزاد کرانیوالا مسلمان، کافر!! بہرحال میں نے آپکے سامنے تفصیل
عرض کر دی ہے۔ اگر آپ ہندو مسلمانوں کو دو قومیں سمجھتے ہیں جسکا کوئی شرعاً، عقلاً اور عرفاً ثبوت
نہیں ہے، تب بھی میں کہتا ہوں کہ علیحدگی ضروری نہیں، کیا دو قومیں ملکر نہیں رہا کرتیں اور
کیا دو قوموں کا اشتراک عمل حرام و ناجائز ہے۔

اور اگر یہ ایسا حرام و ناجائز ہے تو اس وقت اس حرام کا ارتکاب کیوں کیا جا رہا ہے اور کیوں مسلمان میونسپلٹیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں، اسمبلیوں اور مرکزی اسمبلی سے یہ کہہ کر باہر نہیں نکل آتے کہ "ہم ہندوؤں کے ساتھ ملکر حکومت نہیں چلا سکتے" کیونکہ یہ ہمارے نزدیک ناجائز ہے یغضب خدا کا دونوں مل کر "انگریزی حکومت" تو چلا رہے ہیں، لیکن جب اپنی حکومت ہو جائے گی، تو ہندوؤں سے مل کر "اس اپنی حکومت کا چلانا حرام ہو جائے گا۔ اور مسلمان شرعاً اس بات کے لئے مجبور ہوں گے کہ ہندوؤں سے علیحدہ ہو کر حکومت کریں۔ اس قسم کے رکیک دلائل کو اسلامی دلائل کہتے ہوئے ان "علماء سو" کو شرم نہیں آتی۔ اور جب دو قومیں تسلیم کرتے ہوئے بھی علیحدگی ضروری نہیں تو متحدہ قومیت کی حالت میں علیحدگی تو بالکل ہی بے معنی اور مضحکہ خیز چیز ہے۔

میں اس کو تسلیم کرتا ہوں، کہ اسلام نے اپنی ایک برادری قائم کی ہے اور ایک خاص تہذیب اور تمدن کا پابند کر دیا ہے، اور سب مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے اور ان میں سیاہ و سفید اور عرب و عجم کا فرق مٹا دیا ہے لیکن باوجود اس اسلامی یگانگت اور برادری کے پھر بھی کوئی ایسی تصریح ابھی تک نظر سے نہیں گذری جس سے کفر و ایمان کی تفریق کے علاوہ، کسی قومی تفریق کا اظہار ہوتا ہو، یہ ہو سکتا ہے کہ ایک قوم، یا ایک نسل، یا ایک وطن کے چند افراد مسلمان ہوں، اور چند افراد کافر ہوں۔ لیکن میرے نزدیک یہ کوئی اہم چیز نہیں ہے، ہندوستان کی رہنے والی آبادی کو آپ ایک قوم سمجھیں یا دو قومیں کہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ مسلم لیگ کے مطالبہ کے بموجب ہندوستان کی تقسیم مسلمانوں کے لئے مفید ہے یا مضر؟ آپ کو اس وقت صرف اسی بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اور آپ کو اپنے ضمیر کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ جس مفروضہ پاکستان کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، وہ کس حد تک مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ہے اور کہاں تک نفع رساں ہے۔

ایک اُصولی اختلاف

معزز حاضرین! اس تمام کشمکش کے پس منظر ایک ایسا اصولی اختلاف کارفرما ہے جس کا طے کرنا ضروری ہے اور وہ ایک ایسا اختلاف ہے جس میں بڑے بڑے معقول، اور اچھے اچھے لوگ مبتلا ہیں، اور اس کا کوئی حل ۔۔۔ ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا جس سے فریقین مطمئن ہو سکیں۔

تم میں سے ایک فریق تو وہ ہے جو ہندو کے اقتدار کو پسند نہیں کرتا اور ہندو کے اقتدار کے مقابلے میں، انگریزی اقتدار کو بہتر سمجھتا ہے اور دن رات اسی کی کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح انگریز کا جھنڈا اور اس کا اقتدار نیچا نہ ہونے پائے۔ وہ یہی غرض لیکر اسمبلی میں جانا چاہتا ہے، انہی اغراض کے ماتحت قانون ساز کونسلوں میں جانے کی سعی کرتا ہے، اور انہی جذبات کے ماتحت میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے اندر جانا چاہتا ہے، مرکزی اسمبلی کی کارروائیاں تو آپ کے سامنے ہیں، کس طرح مسلم لیگ کے ممبروں نے کھلم کھلا حکومت کا ساتھ دیکر بار بار کانگریس کو نیچا دکھانے کی ناکام کوشش کی، تحریک صدارت سے لیکر ۳ر جنوری ۱۹۴۶ء تک کی کارروائی پڑھئے، آپ کو ہر موقع پر انگریزی حکومت کی حمایت کا جذبہ کارفرما ملے گا، اور آخر ایک دن مسلم لیگ کی جدوجہد نے کامیابی حاصل کر ہی لی، اگرچہ جس تحریک پر کامیابی حاصل کی وہ کامیابی نہایت قابلِ افسوس ہے۔ کیونکہ لیگی ممبروں نے ایک ایسے ظلم اور ناانصافی کی حمایت کر کے گورنمنٹ کی بات اونچی کی جسے مسلمان تو مسلمان کوئی باغیرت انسان بھی پسند نہیں کر سکتا اور تحریکوں میں بھی لیگی ممبر گورنمنٹ کی حمایت کرتے رہے۔ مگر مجھے ان پر اس قدر افسوس نہیں جتنا بہادر گڑھ کیمپ کے ہندوستانی فوج کے اُن مظلوم قیدیوں کے خلاف گورنمنٹ کی حمایت کرنے کا افسوس ہے جن پر واقعی نہایت بے دردانہ مظالم برپا

کئے جا رہے ہیں۔ اور ان مسلمانوں نے یہ جانتے ہوئے حمایت کی کہ ان قیدیوں میں چالیس فیصدی
وہ مسلمان بھی ہیں جو ہندوستان کی آزادی کے لیے مسٹر سوبھاش کی آزاد ہند فوج میں شریک
ہوئے تھے۔ اور لطف یہ ہے کہ رائے شماری کے وقت دیوان چمن لال نے ان بدنصیبوں کو
آگاہ بھی کیا۔ کہ ان میں مسلمان بھی ہیں لیکن ان بے رحموں کو انگریزوں کی خوشنودی اور اپنی
عزت کے مقابلہ میں کسی مظلوم مسلمان کی پرواہ کب ہو سکتی تھی۔ یہی وہ ناپاک جذبہ ہے جس پر
مسلم لیگ فخر و مباہات کا اظہار کرتی ہے۔ اور انگریزوں کو جتا کر تالیاں بجاتی اور "مبارکباد"
قبول کرتی ہے۔ آپ کبھی اسمبلی میں جا کر تماشہ دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو کہ یہ مسلمانوں کی ہمدردی
اور خیر خواہی کے مدعی کس طرح انگریزی حکومت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ جب
انگریز ہارتا ہے، تو کانگریس بنچ والے تالیاں بجا کر نعرہائے تحسین بلند کرتے ہیں، اور
جب انگریز جیتتا ہے تو آپ کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے ارکان خوب تالیاں بجاتے
اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ اور ہوم ممبر کی طرف دیکھتے جاتے ہیں۔ غرض
ایک فریق کے اقوال و افعال بالکل اس اندرونی جذبہ پر شاہد ہیں، کہ وہ ہندو اقتدار
کے مقابلہ میں انگریزی حکومت اور انگریزی اقتدار کو نہ صرف پسند کرتا ہے بلکہ اس کی
حمایت کرتا ہے اور انگریزی اقتدار کو ہر پہلو سے بچانا چاہتا ہے، اور وہ اپنے عزائم میں
یہاں تک پختہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کانگریس نے کسی وقت کھلی بغاوت کی تو یہ فریق
انگریز کے ساتھ ہو کر یونین جیک کے سائے تلے کانگریس سے لڑے گا۔ اور [illegible]
کی طرح، میدان جنگ میں بھی گورنمنٹ کو جتوانے اور فتح یاب کرانے کی پوری کوشش
کرے گا۔ یہ اپنی خیر اور اپنی عافیت اسی میں سمجھتا ہے، کہ اس ملک میں انگریزی اقتدار
جوں کا توں قائم رہے۔ جو بات اس فریق کے لوگ کبھی دبے دبے کہتے تھے، اب
علی الاعلان منبروں اور پلیٹ فارموں پر کہہ رہے ہیں۔ اب تک حکومت کے یہ کاسہ
لیس جو بات پوشیدہ کہا کرتے تھے، وہ علانیہ کہہ رہے ہیں اور کر کے دکھا رہے ہیں

"دوسرا فریق"

اسی کے ساتھ مسلمانوں کا ایک فریق وہ بھی ہے جو انگریزی حکومت کے اقتدار کو اس ملک سے ہمیشہ کے لئے ہر قیمت پر ختم کرنا چاہتا ہے۔ وہ کانگریس کے اقتدار کو انگریزی اقتدار پر ترجیح دیتا ہے۔ اس کا جذبہ آپ کے نزدیک قابلِ تعریف ہو یا نہ ہو، یہ ہے کہ اگر دنیا کا یہ اصول صحیح ہے، کہ پانچ کروڑ مسلمانوں کے بچانے کے لیئے، تین کروڑ مسلمانوں کو قربان کردیا جائے۔ تو یہ کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ کہ عالم اسلامی کے چالیس کروڑ فرزندان توحید کو بچانے کے لیئے آٹھ کروڑ مسلمانوں کو قربان کردیا جائے، وہ کانگریس کو ہر حالت میں انگریز سے اونچا اور بالاتر دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ کانگریس اگر صرف ہندوؤں کی جماعت ہوتی، تب بھی ہم تمام ہندوستان میں اس کی حکومت کو، انگریزی حکومت کے مقابلہ میں برداشت کرلیتے، اور ایسی حالت میں جبکہ کانگریس میں مسلمان بھی ہیں، خواہ ان کی تعداد بقول مسٹر جناح اتنی ہی ہو۔ جیسے آٹے میں نمک، وہ بالکل مطمئن ہیں اور کانگریسی اقتدار سے خائف نہیں ہیں، ان کے نزدیک اس ملک کی غربت اور افلاس کا علاج، سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اب جس طرح ہو سکے اس ملک سے اجنبی حکومت کے اقتدار کو رخصت کیا جائے اور اس ملک میں ہندوستانیوں کی حکومت قائم کی جائے۔ خواہ ہم کو تنہا حکومت سے لڑنا پڑے، یا ہم کو ہندوؤں کے ساتھ مل کر لڑنا پڑے۔ انگریز نے اس ملک میں لوٹ کھسوٹ کا جو بازار گرم کر رکھا ہے اس لوٹ کو کسی نہ کسی طرح بند کرنا چاہیئے، خواہ ہم کو کچھ بھی کرنا پڑے۔

انگریز دنیا بھر سے ہندوستان کے نام پر قرض لیتا ہے اور اس ملک کی دولت سے اس قرضہ کو ادا کرتا ہے، اور اس بے رحم کو اتنا رحم نہیں آتا، کہ میری اس لوٹ سے اس ملک کے چالیس کروڑ باشندوں پر کیا گذر رہی ہے۔ ایک طرف ہندوستان کے ساتھ اس کا یہ سلوک ہے، اور دوسری طرف عرب اور شام ولبنان اور مصر اور

اور جاوا اور فلسطین ٹرکی کے ساتھ جو کچھ ابتک کیا ہے اور جو کر رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، اس لئے جس بھاؤ ہو، اس کے اقتدار کو یہاں سے ختم کراؤ، اور خواہ یہاں کسی کی حکومت ہو جائے، مگر ہندوستانیوں کی۔

میرے عزیزو! یہ وہ اصولی اختلاف ہے جس کا کوئی حل نہیں نکلتا۔ میں مانتا ہوں کہ دونوں فریق میں غلو ہے جس طرح انگریزی حکومت کی طرفداری اور حکومت متسلط کی حمایت، پرلے درجہ کی غداری، ناسپاسی اور خدا کی نافرمانی اور خدا کے چالیس کروڑ ہندو مسلمانوں پر زیادتی اور بے ایمانی ہے۔ اسی طرح دوسرے فریق کا جذبہ اگرچہ لاکھ قابلِ تحسین سہی، لیکن مستقبل سے بالکل آنکھیں بند کر کے اس پر بھی عمل نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ میں اُس فریق کے جذبۂ آزادی کو قابلِ تعریف سمجھتا ہوں اور اُس کو سراہتا ہوں اور بدقسمتی یا خوش قسمتی سے ہندوؤں کو انتہائی تنگدل اور تنگ طرف اور نااہل سمجھنے کے باوجود ہندو اقتدار کو انگریزی اقتدار پر ترجیح دیتا ہوں۔ اور ملکی لوگوں کے اقتدار کو غیر ملکی حکومت اور اقتدار سے بہر حال بہتر سمجھتا ہوں اگر میری تمام قوم میں یہی جذبہ خدا پیدا کر دیتا، اور وہ میرا ساتھ دیتی تو میں تنہا تھوڑے سے یا بہت مسلمانوں کو لے کر حکومتِ متسلط سے اُسی طرح اپنے ملک کو آزاد کراتا جس طرح میرے بزرگوں نے بار بار اُس کی سعی کی تھی، میں ہندوستان کے کسی کافر و مشرک کی اعانت قبول نہ ... کرتا اور نہ کسی سے جا کر ملتا لیکن آپ ہی بتلایئے میں کیا کروں اور ایسی نازک حالت میں کوئی بہادر سے بہادر انسان بھی کیا کر سکتا ہے۔

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا، وہی پتے ہوا دینے لگے!

مسلمان اپنے تھے۔ انہی پر بھروسہ ہو سکتا تھا، انہی سے کام لیا جا سکتا تھا

لیکن اپنے تو سب انگریزوں سے جا ملے جن کو دیکھ وہ حکومت تسلط کا حامی نظر آتا ہے جس سے توقع تھی، وہی دشمن کے کیمپ کی رونق بنا ہوا ہے جس سے بات کرتا ہوں وہی کورا جواب دیتا ہے۔

شب تاریک و بیم موج و گرداب چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

میرے عزیزو! تم اس بیکس اور بے بس جرنیل کی بیتا سن کر کیا کرو گے جس کی تمام وفادار فوج کو "میر جعفر" اور "میر صادق" کی روح نے باغی بنا دیا ہو اور وہ تن تنہا دشمن سے جنگ کر رہے اور فوج کو سمیٹنے کے لئے ایک ایک سپاہی کو آواز دے رہا ہو اور اس کی فوج کے باغی سپاہی دشمن کی صف میں کھڑے اس کو گالیاں دے رہے ہوں،

دوش سوئے میکدہ آمد زمسجد پیر ما
چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر ما؟

اگر میری ملت پوری دلیری اور جانبازی سے میرا ساتھ دیتی اور "دشمن" نہ پیدا ہو چکا ہوتا تو میں کیوں کسی ہندو یا سکھ کی طرف دیکھتا۔

عدو کی التجا کرنی پڑی ہے
مرادیں مانگتا ہوں آسماں سے!

جب اپنی وہ فوج جو قرآن اور رسول کے نام پر جمع ہو جاتی تھی اور کعبہ کے نام پر دوڑ کر آتی تھی قرآن اور رسول سے باغی ہو گئی۔ اور قرآن کو اور احادیث کو دشمن کی حمایت میں استعمال کرنے لگی تو میں نے مجبور ہو کر ہندوستان کی دوسری قوموں کو پکارا۔ کیا تم میں کوئی "مہندر پرتاپ" ہے جو مولوی عبیداللہ کا ساتھ دے اور جلا وطنی اختیار کرے؟ اس درد بھری آواز نے لوگوں کو آمادہ کیا

میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ مقصد تو دشمنوں پر فتح حاصل کرنا ہے، کافروں ہی کے ساتھ مل کر یہ مقصد پورا ہو جائے، تو کر لو، مگر مجھے کیا خبر تھی کہ جب یہ بیل منڈھے چڑھنے کو ہو گی اور دشمن کے پاؤں کمزور ہوتے شروع ہو جائیں گے اور صرف ایک دھکے کی کسر رہ جائے گی، تو میری ہی ملت کے لوگ میرے دشمن ہو جائیں گے۔

اور وہی علی گڑھ جس کے لئے میں خود چندے مانگتا پھرتا تھا، اور اس توقع پر اس کی ترقی کا خواہش مند تھا، کہ شاید اس کالج کے کچھ نوجوان، دارالعلوم دیوبند کے نوجوانوں سے مل کر اس خدمت کو انجام دیں گے جس کی حسرت میرے بزرگ اپنے سینوں میں لے کر قبروں میں جا سوئے۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، جب میں نے یہ دیکھا کہ وہی بچے جن سے میں نے بہت سی امیدیں وابستہ کی تھیں، میری راہ روکے کھڑے ہیں، اور بجائے میرے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کے، دشمن کی فوج کا جھنڈا لئے پھر رہے ہیں اور غل مچا مچا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ مولویوں کی بات نہ مانا کیونکہ یہ انگریزوں کے مقابلے کے لئے ہندوؤں سے مل گئے ہیں۔

بہر حال میں نے نہایت واضح طور پر ہر دو فریق کا اصولی اختلاف بیان کر دیا اور اپنا عقیدہ بھی آپ کے سامنے عرض کر دیا۔ لیکن میں موجودہ حالات میں آپ کو اپنے عقیدہ پر مجبور نہیں کرتا۔ اور نہ میں آپ کو اپنی رائے ماننے پر مجبور کرتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ دونوں فریق اپنی اپنی نقطۂ نگاہ کی تائید میں بہت دور نکل گئے ہیں، اس لئے ایک کو دوسرے کے مقابلہ لڑانا ملت کی کوئی بہتر خدمت نہ ہو گی، بلکہ باہمی سمجھوتہ سے اگر کوئی راہ نکل سکتی ہو تو اس کے نکالنے کی کوشش کرو کہ اس وقت مسلمانان ہند کی یہی بڑی خدمت ہے۔

جمعیۃ علمارِ ہند

میرے عزیزو! جمعیۃ علمارِ ہند ہی ایک ایسی جماعت ہے جس نے ہر دو فریق کے درمیان ایک صحیح اور مشترکہ راہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے انگریزی حکومت کو ہندوؤں سے ملکر ختم کر دینے کا ضرور اعلان کیا ہے۔ لیکن اس نے کبھی مسلم حقوق کو نظر انداز نہیں کیا۔ جب کبھی حقوق کی بحث آئی ہے تو اُس نے کوئی نہ کوئی "فارمولا" مرتب کر کے پیش کیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ نے اس پر غور کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

میری رائے کا جہاں تک تعلق ہے وہ ایک شخصی رائے ہے۔ لیکن "جماعت" نے آج تک کبھی یہ نہیں کہا کہ انگریزی راج کو ہٹا کر "ہندو راج" قائم کرنا ہمارا نصب العین ہے۔

ہمیشہ جماعت نے ہر فریق کی رائے کا احترام کیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو ہم ۱۹۲۹ء میں سر آغا خاں کی آل پارٹیز میں کیوں شریک ہوتے اور ۱۹۳۵ء میں مسٹر جناح کی لیگ میں کیوں شرکت کرتے اور سر فضل حسین مرحوم کی خدمت میں جا کر بنگال کی یوروپین نشستوں پر کیوں اُن سے جھگڑتے؟ اور اگر "ہندو راج" کے خواہشمند ہوتے تو ۱۹۳۰ء میں "الہ آباد کی یونیٹی کانفرنس" میں کیوں جاتے؟ ہم نے ہمیشہ مسلم حقوق کے متعلق آواز بلند کرنے میں کمی نہیں کی۔ اگر خدانخواستہ جمعیۃ علما میری طرح دیوانی ہوتی تو ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی پر بنگال اور پنجاب میں ۵۱ فی صد مسلم نشستوں کی کیوں حمایت کرتی؟ اور اگر ہم بعض نیشنلسٹ مسلمانوں کی طرح، اسی طرح "متحدہ قومیت" کے حامی ہوتے، جس طرح وہ ہیں، تو مسلمانوں کو "شدہ" ہونے سے

سے بچانے کے لئے متھرا اور آگرہ کے جنگلوں کی کیوں خاک چھانتے ؟

جہاں تک آزاد ہندوستان میں مسلم حقوق کا سوال ہے، ہم نے اس کے متعلق کوئی کوتاہی نہیں کی، اور ہم نے ہمیشہ مسلم حقوق کے معاملہ میں سرکار پرستوں سے تعاون کیا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ سرکار پرستوں نے جب کوئی فارمولا مرتب کیا ہے، تو اس میں انگریزی مفاد کو بہت زیادہ مدِنظر رکھا ہے۔ اُن کے "فارمولے" مسلم مفاد کے بجائے انگریزی مفاد کے زیادہ حامل ہوتے ہیں۔ اگر میں معاف کیا جاؤں، تو یہ کہنا کسی طرح بیجا نہ ہوگا، کہ یہ فارمولے "حکومت کے مشوروں" یا اُس کے "اشاروں" سے مرتب ہوتے ہیں اسی بنا پر ہم کو اس سے اختلاف ہوتا ہے، خواہ ہماری بات چلے، یا نہ چلے، لیکن ہم ہمیشہ حق کہنے سے نہیں چوکتے، اور ہمیشہ سرکار پرستوں کے مقابلہ میں، ایسا فارمولا مرتب کر کے پیش کرتے ہیں، جس میں انگریزوں کے لئے کوئی سامانِ زندگی نہیں ہوتا، لیکن مسلمانوں کا پورا فائدہ ہوتا ہے۔

"مسلم لیگ سے مخالفت"

آج بھی مسلم لیگ سے ہماری کوئی مخالفت بجز اس کے نہیں ہے، کہ ہم اُس کے مطالبۂ پاکستان کو انگریزوں کے لئے انتہا مفید، اور مسلمانوں لئے نقصان دہ سمجھتے ہیں، ورنہ خدانخواستہ ہماری لیگ سے کیا دشمنی ہو لیگ نے ہم کو خواہ مخواہ مطعون کیا ہے ہم کوئی لیگ کے مخالف نہیں ہیں صرف اس کے مطالبۂ پاکستان کو "اسلام دشمنی" سمجھتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ خاکم بدہن اگر یہ مطالبہ منظور ہو گیا تو انگریز اس ملک سے قیامت تک نہیں جائیگا۔

اگر مسلمان اس زہر کے پیالہ کو پینے کے لئے آمادہ ہو بھی جائیں گے تو ہم بھی کہتے رہیں گے کہ یہ مسلمانوں کی خدمت نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کا نام لیکر انگریزوں کی خدمت کرنا مقصود ہے۔ اس سے زیادہ نہ ہمارا کوئی جھگڑا ہے اور نہ ہم مسلم لیگ کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک مسلمان سرمایہ داروں اور سرکار کے نام لیواؤں کی جماعت ہے۔ جس طرح دنیا میں باطل زندہ رہتا ہے، اسی طرح وہ بھی زندہ رہے اور "سرکار" جب تک زندہ ہے اس قسم کے لوگ پیدا ہی ہوتے رہیں گے

البتہ جس دن انگریز اس ملک سے جائیں گے اس دن اس قسم کے "دعاگو" یا تو انگریزوں کے ہمراہ انگلستان چلے جائیں گے یا ٹھیک اسی طرح ختم ہو جائیں گے جس طرح کہ سردی کے موسم میں سانپ اور بچھو ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح زمین کی تہ میں گھس جاتے ہیں، کہ تلاش کرنے کے باوجود بھی کہیں نظر نہیں آتے، یہ سب "دعاگو" حکومت کی پیداوار اور اس کی عیال ہیں۔ جس دن حکومت ختم ہو گی اسی دن یہ بزرگ بھی زمین کی تہ میں روپوش ہو جائیں گے اس لئے ہمیں کسی سرکاری پارٹی سے عناد یا دشمنی نہیں، ہاں، ہم اس کھونٹے کو ہلانا چاہتے ہیں، اور ہلانا کیا، اس کو اکھیڑنا چاہتے ہیں۔ جس کے بل پر یہ بچھڑا کودتا ہے، اسی لئے ہم جمعیۃ علماء کے نام پر لوگوں سے ووٹ مانگتے ہیں، یا کانگریسی مسلمان کی حمایت کرتے ہیں اور مسلمانوں سے عرض کرتے ہیں کہ جو انگریزوں کی حکومت کا خواہاں نہیں ہے اور وہ اس کو مضبوط کرنا نہیں چاہتا وہ کانگریس کے نمائندے کو ووٹ دے یا جمعیۃ علماء کے نمائندے کو ووٹ دے اور جو سرکار کا دعاگو ہے اور حکومت برطانیہ کے اقتدار کو اس ملک میں قائم رکھنے کا خواہشمند ہے

اور حکومت کی آرزو پوری کرنے کا متمنی ہے، تو وہ مسلم لیگ کو ووٹ دے
ہم تو یکطرفہ بات نہیں کہتے بلکہ ہر شخص کے جذبات کی رعایت کرتے ہیں۔
اب اگر اس حق و انصاف کے باوجود بھی کوئی ہم کو گالیاں دیتا ہے اور
ہماری مخالفت کرتا ہے تو کرے، ہم تو اس سے انتقام لیں گے نہیں یا ئی
اس کا معاملہ خدا سے ہے، خدا جانے اور وہ جانے۔ ہم نہ کسی سے بدلہ لینا
چاہتے ہیں اور نہ بدلہ لینے کی ہماری عادت ہے۔

من آں مورم، کہ زیرپایم بمالندؔ ۔ نہ زنبورم، کہ از نیشم بنالند
کجا من شکر ایں نعمت گزارم ۔ کہ زورِ مردم آزاری ندارم

"جمعیۃ علماء ہند کا فارمولا"

میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ جمعیۃ علماء ہند کی ایک جماعت ایسی ہے جو
ہندوستان کی آزادی کے ساتھ بار بار اس امر کا اعلان کرتی رہی ہے
کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو حقوق کا تحفظ ضروری ہے مسلمان کسی
حدودی اکثریت کے رحم و کرم پر زندہ رہنا نہیں چاہتے، یہی وجہ ہے کہ اس
نے ہمیشہ مسلم حقوق کے متعلق فارمولے مرتب کئے ہیں، اور اس موقع پر
جبکہ مسلم لیگ کی طرف سے پاکستان کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، جمعیۃ علما اپنا
مستقل فارمولا شائع کر چکی ہے۔ جمعیۃ علما نے اپنی "لاہور والی تجویز" کی
تشریح کرتے ہوئے حسبِ ذیل تجویز پاس کی ہے۔

جمعیۃ علماء ہند کے نزدیک تمام ہندوستانیوں کے لئے
عموماً اور مسلمانوں کے لئے خصوصاً یہ صورت مفید ہے کہ وہ
حسبِ ذیل نکات پر اتفاق کرلیں۔ اور اسی بنیاد پر حکومت

برطانیہ کے سامنے متفقہ مطالبہ پیش کردیں۔

(الف) ہمارا نصب العین آزادیٔ کامل ہے۔

(ب) وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے، اُن کا مذہب آزاد ہوگا مسلم کلچر اور تہذیب و ثقافت آزاد ہوگی۔ وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے جس کی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو

(ج) ہم ہندوستان میں صوبوں کی کامل خود مختاری اور آزادی کے حامی ہیں۔ غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہونگے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالہ کریں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

(د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے آزاد صوبوں کا وفاق ضروری اور مفید ہے مگر ایسا وفاق اور ایسی مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی مالک نو کروڑ نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم کرم پر زندگی بسر کرنے پر ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہ ہوگی۔ یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔

تشریح۔ اگرچہ اس تجویز میں بیان کردہ اصول اور اُن کا مقصد واضح ہے کہ جمعیۃ علما مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں، وہ بے شک ہندوستان کی وفاقی حکومت

اور ایک مرکز پسند کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں مجموعۂ ہندوستان خصوصاً مسلمانوں کے لئے یہ مفید ہے، اگر وفاقی حکومت کا قیام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لئے حق خود ارادیت کو تسلیم کر لیا جائے، اور وفاق کی تشکیل اس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، تہذیبی حقوق پر اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر تعدی نہ کر سکے۔ مرکز کی ایسی تشکیل جس میں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ رہے یا باہمی افہام و تفہیم سے، مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی صورت پر یا ان کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر جو مسلم اور غیر مسلم جماعتوں کے اتفاق سے طے ہو جائے ممکن ہے۔

(۱) مثلاً مرکزی ایوان کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو۔ ہندو ۴۵ مسلم ۴۵۔ دیگر اقلیتیں ۱۰۔

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم ارکان کی ۲/۳ اکثریت اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب و ثقافت پر مخالفانہ اثر انداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

(۳) ایک ایسا سپریم کورٹ قائم کیا جائے جس میں مسلم اور غیر مسلم ججوں کی تعداد مساوی ہو، اور جس کے ججوں کا تقرر مسلم اور غیر مسلم صوبوں کے مساوی تعداد کے ارکان کی کمیٹی کرے۔ یہ سپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات یا ملک کی قوموں کے اختلافات کا آخری فیصلہ کریگا

نیز تجویز نمبر ۲ کے ماتحت اگر کسی بل کے مسلمانوں کے خلاف ہونے یا نہ ہونے
میں مرکز کی اکثریت، مسلم ارکان کی ۲/۳ اکثریت کے فیصلے سے اختلاف
کرے، تو اس کا فیصلہ سپریم کورٹ سے کرایا جائے گا۔

(۴) یا اور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اتفاق سے طے کریں۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا تجویز الف سے لے کر د تک اجلاس لاہور
منعقدہ ۱۹۴۲ء میں پاس ہو چکی تھی۔ اس پر مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند
اپنے اجلاس منعقدہ ۳۱ جنوری و یکم فروری ۱۹۴۵ء میں تشریح کا اضافہ کیا۔ اس کے بعد یہ
پوری تجویز مع تشریح جمعیۃ علماء ہند کے چودھویں اجلاس عام منعقدہ ۴، ۵، ۶، ۷ مئی ۱۹۴۵ء
منظور کی گئی

مجلس عاملہ اجلاس سہارنپور کے منظور کردہ فارمولا کی چند دفعات

(۱) ہندوستان کی مختلف ملتوں کی کلچر، زبان، رسم الخط، پیشہ،
مذہبی تعلیم، مذہبی تبلیغ، مذہبی آزادی، مذہبی عقائد، مذہبی اعمال،
عبادتگاہیں اوقاف آزاد ہوں گے۔ حکومت ان میں مداخلت نہ کریگی۔

(۲) دستور اساسی میں اسلامی پرسنل لا کی حفاظت کے لئے خاص دفعہ
رکھی جائے گی جس میں تصریح ہوگی کہ مجالس مقننہ اور حکومت
کی جانب سے اس میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ اور پرسنل لا کی مثال
کے طور پر یہ چیزیں فٹ نوٹ میں درج کی جائیں گی۔ مثلاً احکام نکاح
طلاق، رجعت، عدت، خیار بلوغ، تفریق زوجین، خلع، عنین و
مفقود، نفقہ زوجیت، حضانت، ولایت نکاح و مال، وصیت
وقف، وراثت، تکفین و تدفین، قربانی وغیرہ۔

(۲) مسلمانوں کے ایسے مقدمات فیصل کرنے کے لیے جن میں مسلمان حاکم کا
فیصلہ ضروری ہے، مسلم قاضیوں کا تقرر کیا جائے گا اور ان کو اختیارات
تفویض کیے جائیں گے"۔

اس تجویز کو عام طور پر "مرکز میں مساوات" کہا جاتا ہے۔ ہمارا خیال ہے اگر اس
تجویز کو اصل قرار دیا جائے تو مسلمان ان تمام خطرات سے محفوظ ہو سکتے ہیں جو ایک مرکز
کے قیام پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور یہ تجویز ان شبہات سے بھی پاک ہے جو پاکستان پر
کئے جاتے ہیں۔ میں یہ امر سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخر جمعیۃ علما کی تجویز آپ کی نظر التفات
سے کیوں محروم ہے کہ آپ کو اس پر غور کرنے کی بھی تکلیف گوارا نہیں ہے۔ آخر آپ نے
پاکستان کو الہامی چیز کیوں سمجھ لیا ہے کہ اس کے خلاف نہ کچھ سننا چاہتے ہیں
اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ جمعیۃ علما کے فارمولے کو پڑھ کر آپ یہ کہتے
ہیں کہ کیا اس تجویز کو کانگریس نے مان لیا ہے؟ میں عرض کرتا ہوں کہ جناب نے
بھی اس کو مان لیا۔ اگر آپ مان لیں تو کانگریس کو بھی مجبور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب
آپ ہی اس پر غور کرنے کو تیار نہیں تو کانگریس اس کو تسلیم کرنے پر کس طرح آمادہ
ہو سکتی ہے، کانگریس تو اسی تجویز کو تسلیم کر سکتی ہے جس پر آپ اور ہم متفق ہو جائیں
اسلئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس پر غور کیجئے اور اگر آپ اس
تجویز کو مسلم حقوق کا ضامن سمجھتے ہیں تو جمعیۃ علما کے ساتھ مل کر جمعیۃ کی آواز کو مضبوط
بنا لیجئے، اور اگر اس میں کچھ کوتاہی ہو تو ہم کو سمجھائیے۔ تاکہ ہم اور آپ کانگریس کے
سامنے متفقہ مطالبہ پیش کر سکیں۔

آپ جانتے ہیں کہ میں اس امر کا کس قدر دل سے خواہشمند ہوں کہ مسلمان
اگر مذہبی جزئیات میں باہم زبان اور ہم خیال نہیں ہو سکتے تو کم از کم سیاسی
مسائل میں تو سب متحد ہوں۔ اسی خواہش کے پیش نظر میں نے ہمیشہ اس امر کی

کوشش کی کہ مسلم لیگ اور جمعیۃ علما اور مجلس احرار باہم متفق اور متحد ہو جائیں، اسی
غرض کی تکمیل کے لئے میں نے مسٹر جناح کی کوٹھی کا بنود دہلی میں طواف کیا اور اُن
سے خط و کتابت بھی کی، لیکن مجھے افسوس ہے کہ واحد نمائندگی کے متکبرانہ تخیل کے
مقابلہ میں مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ میں نے گذشتہ دنوں سہارنپور کی
تقریر میں بھی لیگی دوستوں سے التجا کی کہ کم از کم ایک آل پارٹیز طلب کر لو اور ہم تم
آپس میں بیٹھ کر اپنے اختلاف کو باہمی گفتگو کر کے طے کر لیں۔ لیکن جو لوگ علمائے کے
وقار کو ختم کرنے کے درپے ہوں اُن کو کب اس کی پروا ہو سکتی ہے۔ جب تک اِس
ملک میں خدا اور اُس کے رسول پر ایمان رکھنے والے مسلمان موجود ہیں اُس وقت
تک علما کے وقار کو مٹانا آسان نہیں ہے۔ اگر جناب کو علما کی ضرورت نہیں اور
آپ علما سے بے نیاز ہو چکے ہیں تو پھر آپ نے یہ

جمعیۃ علمائے اسلام "یا مسجدِ ضرار"

کیوں بنائی ہے؟ اور کلکتہ میں یہ نیا کیمپ کیوں قائم کیا ہے؟ اور دُنیا بھر سے
اپنی طرح کے کمزور اور بزدل مولوی اور پیر کیوں چھانٹ چھانٹ کر جمع کر رہے
ہو؟ اور تم نے ان سادہ لوح مولویوں اور پیروں کو کیوں آلۂ کار بنایا ہے؟
اور اس آبرو باختہ ٹولی کی کیوں سرپرستی کی جا رہی ہے اور ان بیچاروں کو
اسلامی حکومت اور حکومت مستقلہ کے ناموں سے کیوں دھوکہ دیکر انگریزی حکومت
کی بُنیادیں مضبوط کر رہے ہو۔ کیا تم صرف علمائے حق کے وقار اور آبرو کے دشمن ہو
اور ان عبداللہ ابن ابی اور ان "عبدالرحیم والد نائیز" کے مخالف نہیں ہو۔ جو تمہاری ایک آواز پر تمہارے
گرد اس طرح جمع ہو گئے ہیں جس طرح کسی قریب المرگ لاش پر گدھ جمع ہو جایا
کرتے ہیں۔ میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ بعض ان علما میں سے یقیناً بے گناہ ہیں۔

جو محض اپنی سادگی سے تمہاری چکنی چپڑی باتوں کا اس طرح شکار ہو گئے ہیں جیسا کہ مارچ ۱۹۲۵ء میں فرولباغ کی ایک مجلس میں ، تم نے مجھے اپنی باتوں سے شکار کیا تھا اور بمبئی پہنچکر مجھ سے ذاتی اعتماد حاصل کیا تھا۔

بچو می بینم کسے از کوئے تو دل شادی آید
فریبے کز تو اوّل خوردہ بودم یادی آید

حالانکہ اس وقت بڑے بڑے سرکاری آدمی مسٹر جناح کی ڈکٹیٹری کو پسند نہیں کرتے تھے ، اور برابر مسٹر جناح کی مخالفت کی جارہی تھی - اس وقت اس "فریب خوردہ نیو" نے مسٹر جناح کی حمایت کی تھی ۔ اور سر محمد یعقوب کو اللہ غریق رحمت کرے کہ ان کے تو ایسی ٹوک جھونک ہوئی تھی کہ وہ مدت العمر مجھ سے ناراض رہے ۔ اور انھوں نے جلسہ کے بعد ہی مجھ سے فرمایا کہ آپ دھوکہ کھا رہے ہیں ۔ اس نااہل اور مغرور انسان کو پارلیمنٹری بورڈ کے انتخاب کا ڈکٹیٹر بنا رہے ہیں - کیا آپ کو مولانا محمد علی مرحوم کی رائے اس شخص کے متعلق معلوم نہیں - یہ شخص آپ کے کندھے پر رکھکر بندوق چلا رہا ہے اور پھر اس بندوق سے آپ کو قتل کر دیگا - میں نے عرض کیا تھا مولانا مجھے سب کچھ معلوم ہے لیکن جماعت نے فیصلہ کیا ہے کہ ایک دفعہ اس نااہل کے ساتھ بھی ہو کر دیکھ لو ، شاید اچھوں کے مرجانے کے بعد یہ برا ہی اچھا ہو جائے -

لیکن سر یعقوب مرحوم نے جو کچھ کہا تھا وہ لفظ بہ لفظ سچ نکلا ، اور اسی لیے میں اپنی جماعت کے بزرگوں سے کہتا ہوں ، کہ مجھے یہ تسلیم ہے کہ تم کو انہوں نے دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا ، اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ آپ کو آپ کی جماعت نے اچھوت بنا دیا ہے ۔ لیکن اس کا علاج یہ نہیں کہ آپ اس کا انتقام لینے کی غرض سے دشمنوں کے کیمپ میں جا گھسیں اور ان کے پلیٹ فارم پر جا کر اپنوں سے بدلہ لیں اور پھر ایک دن اُن کی محفل سے یہ کہتے ہوئے نکالے جائیں -

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے

اپنے پھر اپنے ہیں اور غیر پھر غیر ہی ہیں، چاہے آپ اپنی خواہش کے مطابق اس اپنے مفروضہ پاکستان ہی میں دفن ہوں، اور آپ سر سکندر اور سر فضل حسین اور سر شفیع ہی کے قبرستان میں سپرد خاک کئے جائیں اور آپ کی لاش اسی صوبہ میں منتقل کی جائے، جس میں سکھوں کا ایک بہت بڑا گردوارہ موجود ہے۔ لیکن تجہیز و تکفین تو بہر حال دیوبند میں ہوگی۔ اور پاکستان تک پہنچانے والے تو اپنے ہونگے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی دامت برکاتہم

معزز حاضرین! اس جمعیۃ علماء اسلام کے سلسلہ میں پیر جماعت علی شاہ اور پیر کرامت علی شاہ وغیرہ کے نام کچھ زیادہ تعجب انگیز نہیں ہیں، کیونکہ جو لوگ خلیفۃ المسلمین کے مقابلہ میں اپنے گنڈے اور تعویذوں کا جوہر دکھاتے ہیں مشہور ہوں، اور انگریزی فتوحات ہمیشہ سے جن بزرگوں کی رہین منت ہوں ان سے گلہ کرنا بیکار ہے، اگر وہ اس وقت بھی یونین جیک کو سہارا نہ دیں گے، تو اور کس وقت انگریزوں کے کام آئیں گے، انھوں نے عربوں اور ترکوں کے مقابلے میں انگریزوں کو بچایا ہے تو کیا کانگریس کے مقابلہ میں گورنمنٹ کے کام نہ آئیں گے؟ اسی طرح مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی مدظلہ بھی ان بزرگوں میں سے ہیں، جن پر خانقاہوں میں کبھی کبھی حق منکشف ہوتا ہے تو انگریزوں ہی کی حمایت کے لئے بشارت ملتی ہے، رہے مولوی ابراہیم سیالکوٹی، تو ان کو بھی معذور سمجھئے، کیونکہ وہ بھی جمعیۃ علماء کے اس اجلاس سے جو ۱۹۳۶ء میں امروہہ میں ہوا تھا، ہم لوگوں سے مایوس ہو کر گئے تھے ——
ہاں، یا دش بخیر اشکایت ملے تو حضرت مولانا شبیر احمد صاحب سے ہے۔

کیونکہ اُن کی ضعیف طبیعت سے یہ خیال تو تھا کہ اُن کو جمیعۃ علمار کی ورکنگ کمیٹی میں منتخب نہ ہونے کا اور دارالعلوم کی صدارت سے معزول ہونے کا افسوس تو ضرور ہوگا، لیکن یہ امید نہ تھی کہ وہ مسجد ضرار کی امامت قبول کرلیں گے۔ اور اس پیرانہ سالی اور آخری وقت میں وہ مسلم لیگ کا پروپیگنڈا کرتے پھریں گے۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی نزاکت طبع، اور عدم استقلال اور زود رنجی اور جذبۂ انتقام سے جو واقف ہے، واقف ہے، اور جن کو واقفیت نہیں وہ سخت متعجب اور پریشان ہے۔

مولانا شبیر احمد صاحب اُن بزرگوں میں سے نہیں ہیں جو کسی امر پر آخر تک پوری طرح جمے رہیں۔ ڈابھیل ہجرت کرکے گئے، وہاں پوری نہ ڈالی۔ پھر دارالعلوم کے صدر مہتمم بنے، تو اس میں بھی ادھورے ثابت ہوئے، البتہ جمیعۃ علما رہند کے عرصہ تک ممبر رہے، اگرچہ بے اتفاقی کے ساتھ رہے۔ آپ آخر وقت میں مسجد ضرار یا سرکاری جمیعۃ علما ر اسلام کے صدر مقرر ہوئے ہیں، اور ایک ایسی ٹولی کی سرپرستی اختیار کی ہے، جو عملاً اور اعتقاداً اُن کی سخت مخالف اور دشمن ہے، جس کا شیوہ یہ ہے کہ اُس نے اُن کے بزرگوں کو ہمیشہ علی الاعلان کافر اور مرتد کہا ہے اور یا پھر وہ لوگ ہیں، جو ہر عالم کو بے وقار اور بے آبرو کرنے کے درپے ہیں۔ دیکھئے مولانا شبیر احمد صاحب مدظلہ اس ٹولی میں کب تک نبھتے ہیں، یا کب تک اُس کو نبھاتے ہیں۔ کسی دن بھی کوئی خفیف سی حرکت اُن کی نزاکت طبع کے خلاف ہوجانے دیجئے۔ پھر دیکھئے، اُسی دن استعفا رکھا ہوگا۔ اور اخبارات میں ایک بہت ہی زہریلا بیان شائع کردیا جائے گا۔ مولانا شبیر احمد صاحب نے دارالعلوم کی صدارت سے مستعفی ہوتے وقت کیسا خطرناک بیان دیا تھا، وہ کیا، آپ کو یاد نہیں؟ جب آپ کی زود رنجی اور جذبۂ انتقام نے دارالعلوم کو معاف نہیں کیا

تو بھلا مسلم لیگ کو کیسے معاف کیا جا سکتا ہے۔ جب تک آپ صدر مہتمم رہے، تو دارالعلوم کا نگریسی تھا، نہ وہاں کی تعلیم خراب تھی، لیکن آپ کی سرپرستی ہٹتے ہی اس میں سینکڑوں کیڑے پڑ گئے اور بے شمار عیب پیدا ہو گئے۔

جب تک آپ جمعیۃ علما کی مجلس عاملہ کے رکن رہے، جمعیۃ علما نہ کانگریسی تھی، اور نہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی "سیر کبیر" میں کوئی جزئیہ تھا۔ لیکن جس دن آپ انتخاب میں نہیں آئے، اُسی دن سے جمعیۃ علما ایسی کافر پرست اور ہندوؤں کی زرخرید غلام ہو گئی کہ آپ کو اُس کے مقابلہ کے لیے ایک نئی جمعیۃ علمائے اسلام کی امامت اختیار کرنی پڑی۔ پھر اس شوقِ امامت میں یہاں تک ترقی فرمائی، کہ نہ اپنوں کی مروت رہی، نہ اپنے معاصرین کا کوئی لحاظ رہا، نہ چھوٹوں پر شفقت رہی، بلکہ وہ ملاقات ۔۔۔ جو اُن کے مکان میں علیٰ سبیل تذکرہ آ گئی تھی، اور اُن کی عیادت کے سلسلہ میں جو وقتی باتیں ہوئی تھیں اُن کو بھی مولانا نے اخبارات میں شائع کرا دیا اور اتنا خیال نہ فرمایا، کہ یہ اپنوں کی باتیں یا شکائتیں، اس قابل نہیں ہیں کہ اُن کو غیروں تک پہنچایا جائے۔ اور اگر مولانا کو اپنی صفائی، نیک نامی اور تفوقِ علمی کے پیشِ نظر اس گفتگو کو شائع کرنا ہی تھا، اور ہم کو فریقِ مخالف قرار دینا تھا، تو کم از کم ہماری اجازت سے شائع کی ہوتی، اور ہم کو وہ گفتگو دکھا کر شائع کی جاتی۔ یہ کونسا طریقہ ہے کہ دو شخصوں کی گفتگو کو صرف مولوی طاہر جو وہاں موجود بھی نہ تھے، قلم بند کر کے شائع کر دیں، اور فریقِ مخالف کی طرف وہ باتیں منسوب کر دیں جو اُس نے کہی نہ ہوں، اور جبکہ یہ گفتگو مجلس میں قلم بند بھی نہ ہوئی ہو۔

ان باتوں کی غلط اشاعت سے ممکن ہے کہ مولانا کا پوزیشن حکومتِ دکن اور حکومتِ برطانیہ کی نظر میں صاف ہو گیا ہو، لیکن غیروں نے اس کا جس قدر مضحکہ

اُڑا یا وہ بہت ہی قابلِ افسوس ہے۔ بہر لیگی نے یہ سمجھ لیا، کہ مولانا عثمانی اس قدر اخلاق کے بلند پایہ بزرگ ہیں، جو پرائیویٹ باتوں کو بھی اخبارات میں شائع کر دیا کرتے ہیں اور غلط شائع کر دیا کرتے ہیں ۔۔۔ بہر حال وہ بزرگ ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی انہی الفاظ کا شکار ہوئے ہیں، جن الفاظ سے آج کل ہر شخص دھوکہ کھا رہا ہے، یعنی پاکستان میں قرآنی حکومت ہو گی۔ چنانچہ انھوں نے دورانِ گفتگو میں یہ کہا بھی تھا، اور اسی وجہ سے جب وہ جواب دینے سے عاجز ہو جاتے تھے، تو آخر میں فرماتے تھے، کہ آخر اس میں کیا حرج ہے؟ مجھے تو تقسیم میں کوئی حرج معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے مولانا کی وہ تقریر بھی پڑھی ہے، جو انھوں نے آپ کے اسی شہر میرٹھ میں کسی کانفرنس یا کسی جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ اور جس میں ملحدین ومرتدین کی حمایت میں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ''سیر کبیر'' سے ایک عبارت پیش کی تھی۔ باقی باتیں تو وہی ہیں جو عام طور سے لیگی لیڈر کہتے پھرتے ہیں۔ اور جو شخص بھی اپنی خوش فہمی سے کانگریس کو خالص اور فقط ہندوؤں کی جماعت سمجھتا ہوگا اور مسلم لیگ کو بہترین مسلمانوں کی جماعت خیال کرتا ہوگا اور اسمبلیوں کے قوانین اور وائسرائے اور گورنروں کے اختیارات سے ناآشنا ہوگا، وہ ایسی ہی باتیں کرے گا۔ جیسی مولانا شبیر احمد صاحب کر رہے ہیں۔ ۔۔۔۔۔۔ آپ، اس سے زیادہ کی توقع بھی کیوں کرتے ہیں۔ ۔۔۔ بھلا آپ خیال کیجئے، جو شخص الیکشنوں کی دوڑ دھوپ کو حقیقی جہاد بالسیف'' کا مترادف سمجھ لے، اور یہ سمجھ لے کہ کافروں نے مسلمانوں پر کوئی یلغار کر دی ہے اور وہ شوکتِ اسلامی کو مٹانے کے درپے ہیں اور کوئی اسلامی سلطنت تباہ ہو رہی ہے وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ''سیر کبیر'' سے مسلم لیگ کے کیمپ میں جانے کے لئے استدلال نہ کرے گا، تو کیا کرے گا، جو اپنی سادہ لوحی اور بھولے پن سے

مسٹر جناح کے مفروضہ پاکستان کو قرآنی حکومت اور خالص اسلامی حکومت کہنے لگے وہ اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے؟ کہ خوارج کی شرکت پر امام محمدؒ کی اس تصریح کا ترجمہ آپ کو سنائے، جو مولانا شبیر احمد صاحب مدظلہ آج کل بڑے فخر و مباہات کے ساتھ سناتے پھرتے ہیں، گویا "سیر کبیر" میں یہی ایک جزئیہ ہے جس کو لیگ میں جانے کے لیے بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔

کیا "سیر کبیر" دنیا کی کوئی ایسی معدوم کتاب ہے جو آج تک سوائے مولانا شبیر احمد صاحب کے کسی اور کی نظر ہی سے نہیں گذری۔ میں نے تو عرض کر دیا جو یہ سمجھ رہا ہو، کہ ہندوستان میں ابھی تک شوکتِ اسلامی موجود ہے اور انگریزی حکومت کے باوجود شوکتِ اسلام باقی ہے، اور یہاں قرآن پر تعزیراتِ ہند کی حکومت نہیں ہے، اور اس ملک کے مسلمان حکمراں سو سال سے غلامی کی زندگی بسر نہیں کر رہے ہیں اور کانگریس صرف اس غرض سے الیکشن لڑ رہی ہے، کہ وہ نقشِ اسلام کو ہندوستان سے مٹا دے، تو یقیناً امام محمدؒ کی عبارت اس کو خوارج کی جماعت کا "امام" بننے پر ابھار سکتی ہے!!

حضرت مولانا نے جو ترجمہ سیر کبیر کی عبارت کا کیا ہے، اسے آپ ملاحظہ فرمایئے کہ "اگر ان خوارج کی جنگ مشرکین بت پرستوں اور کفار حربیوں سے ہو جائے تو اہلِ حق مسلمانوں کو کچھ مضائقہ نہیں کہ ان کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں خوارج کی مدد کریں۔ کیونکہ وہ اس وقت کفر صریح کے فتنے کو رفع کرنے اور نقشِ اسلام کو ظاہر کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں (منشور ۹ جنوری)

اب آپ غور فرمایئے، کہ اس عبارت سے وہ استدلال کہاں تک صحیح ہے جو مولانا مرکزی اسمبلی اور صوبجاتی الیکشن کے سلسلے کر رہے ہیں۔

"معاملہ کی حقیقت"

اس ملک میں جہاں کئی سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی ہے، ایک انگلستانی جماعت قبضہ کر لیتی ہے، اور مسلمانوں کو تخت و تاراج اور قتل و غارت کر کے اپنی حکومت قائم کر لیتی ہے اور مسلمانوں کو اُن کی ہندو رعایا کے ساتھ ملا کر اپنا غلام بنا لیتی ہے اور بے پناہ قوت و استبداد کے ساتھ اُن دونوں پر حکومت کرتی ہے، تقریباً پچیس سال کے بعد جب انگریزی حکومت کا استبداد حد سے بڑھ جاتا ہے تو ہندو مسلمان ملکر ایک جماعت بناتے ہیں۔ اس کا نام کانگریس ہے، شروع شروع میں وہ بہت ہلکے اور دبے الفاظ میں اپنے حقوق کا مطالبہ کرتی ہے، پھر جب وہ جماعت زور پکڑ جاتی ہے، تو انگریز اُس کو یہ موقع دیتا ہے، کہ اچھا تم ایک کونسل بنا لو، جس میں عام باشندوں کے انتخاب سے آیا کرو، اور جو کچھ کہنا ہو ہمارے روبرو کہا کرو، جو قانون چاہو اپنے ملک کے لئے بنایا کرو، لیکن آخری اختیار ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔ ہم جس قانون کو چاہیں مسترد کر دیں اور جس تجویز کو چاہیں پیش ہونے سے رد کر دیں۔

یہ ہندو مسلمانوں کی مشترک جماعت، بدرجۂ مجبوری ان کونسلوں کو تسلیم کر لیتی ہے اور ہندو مسلمان اس غرض سے منتخب ہو کر جاتے ہیں کہ حکومت کے بالمقابل کھڑے ہو کر صاف صاف کہنے کا تو موقع ملے گا۔ اگرچہ ہمارے اختیارات کچھ نہ ہوں گے اور صوبوں میں کچھ ہونگے بھی۔ تو وہ بھی انگریزوں کے رحم و کرم پر موقوف ہوں گے، وہ جب چاہیں گے کسی قانون کو رد کر دیں گے، بلکہ وزیراعظم سے استعفا طلب کر لینگے۔

چونکہ بدقسمتی سے ہندو، ہندو کے ووٹوں سے منتخب ہوتا ہے، اور مسلمان مسلمان کے ووٹوں سے، اس لئے اس "مشترکہ جماعت" کو جس کا صدر ہندوستان کا ایک بہت بڑا عالم ہے، اور اس جماعت کے، بڑے بڑے عالم ارکان ہیں، ہرانے اور نیچا دکھانے کے لیئے خوارج کی ایک جماعت کھڑی ہو جاتی ہے، ان "خارجیوں" کی حمایت میں بہت سے آدمی اس حکومت کافرہ مسلطہ کے بھی شامل ہیں، یہ خارجی اور حکومت کے آدمی مل کر اس کونسل میں، اس "مشترکہ جماعت" کے خلاف رائے دیتے ہیں، اور جب وہ مشترکہ جماعت اس حکومت کافرہ متسلطہ پر نکتہ چینی کرتی ہے، تو یہ خارجیوں کی جماعت اپنی رائے حکومت کی طرفداری میں دیتی ہے، اور اگر رائے شماری میں کافر حکومت کی جیت ہو جاتی ہے تو یہ خارجی اور حکومت کے آدمی ملکر تالیاں بجاتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں،

یہ اس الیکشنی جنگ، یا الیکشنی مقابلہ کی حقیقت ہے، اب اگر اس جنگ کو، کوئی اسلام و کفر کی جنگ بنا کر، نقش اسلامی کو مٹانے کی جنگ بنا دے اور خارجیوں، اور خارجیوں سے بدتر قادیانیوں اور سرکاری جماعت کی حمایت کرنے کھڑا ہو جائے تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی "سیر کبیر" کی مذکورہ بالا عبارت، اس کی کہاں تک رہنمائی کر سکتی ہے؟ اور اس الیکشن کو، جس کے کامیاب ممبر، صرف انگریزی حکومت کے سامنے مانگوئی سے اپنا مطالب بیان کر دیں اور یا بعض کاموں کو اپنے ہاتھ سے کر کے دکھائیں، اور حکومت سے کہیں، کہ ہم اس قسم کی حکومت چاہتے ہیں، اس کو اور امام محمد کی عبارت کو باہم کیا لگاؤ ہے؟

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب مدظلہ میرے بزرگ ہیں، میں ان کا

بڑا احترام کرتا ہوں۔ وہ ایک متبحر عالم اور اپنی علمی قابلیت کے اعتبار سے
بہت بڑی شہرت کے مالک ہیں۔ حضرت سلطان علوم شاہ دکن ان
کی بڑی قدر کرتے ہیں اور خزانہ عامرہ سے ڈھائی سو روپے ماہوار کی
پیش کش مولانا کو دوامی طور پر پیش کی جاتی ہے، ان کو اپنی شان کے
لائق بات کرنی چاہیئے، وہ علما کی جماعت میں ایک خاص شان اور ایک
اعلیٰ حیثیت کے مالک ہیں۔ وہ شاہ دکن کی بارگاہ میں ایک خاص پایہ
رکھتے ہیں، اُن کی شان کے لائق ہرگز یہ باتیں نہیں، جو وہ کر رہے
ہیں، ہم جیسا کوئی جاہل اور کندۂ ناتراش اس قسم کے رکیک استدلال
کرتا، تو اُس کو معاف کیا جا سکتا تھا۔ لیکن مولانا کی شان، اس قسم کے استدلال
سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔

اذا ابتلی ببلیتین، فلیختر اھونھما

یعنی جب کوئی شخص دو فتنوں یا بلاؤں میں مبتلا ہو جائے تو شرعی اصول
کے ماتحت جو مصیبت آسان اور سہل ہو، اُس کو اختیار کر لے۔ حضرت امام
محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اسی شرعی اُصول کے پیشِ نظر بحث کی ہے، یہ ظاہر
ہے کہ اس کلیۂ شرعیہ کے ہزاروں جزئیات ہیں، اسی سلسلہ کی ایک
کڑی یہ بھی ہے، کہ اگر دو کافروں میں جنگ ہو، تو مسلمانوں کی پوزیشن
کیا ہونی چاہیئے؟ اگر مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہو، اور کافروں کا
کوئی فرقہ مسلمانوں کی مدد کرنے پر آمادہ ہو، لیکن اپنا جھنڈا لیکر آئے
اور اپنے جھنڈے تلے مسلمانوں کی مدد کرے، اور مسلمانوں کے ساتھ ملکر
کافروں سے لڑے، تب مسلمانوں کی حیثیت کیا ہوگی؟ ان کافروں سے
مدد لینی جائز ہوگی یا نہ ہوگی؟ اور اگر کافروں کا کوئی فرقہ اپنے جھنڈے

کی شرط نہ لگائے اور مسلمانوں ہی کے جھنڈے تلے کھڑے ہو کر مسلمانوں کے کافر دشمن سے لڑنے پر آمادہ ہو اور مسلمانوں کی مدد کرنے پر تیار ہو، تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اور اگر دو کافروں کی جنگ ہو اور مسلمان دیکھیں کہ ایک کافر کا ساتھ دینے میں اسلام کا فائدہ ہے تو وہ ایک کافر فریق کا ساتھ دیں یا نہ دیں اور اگر دیں تو اپنا جھنڈا لیکر ساتھ دیں اور ایک کافر کی حمایت میں دوسرے کافر سے لڑیں یا کافروں ہی کے جھنڈے کے نیچے جاکر ان کافروں کی مدد کریں۔ جن کی کامیابی سے مسلمانوں کا فائدہ مقصود ہو۔

یہ تمام صورتیں سیر کبیر میں موجود ہیں، پھر ہر جزئیہ کے دلائل ہیں، انہی میں وہ جزئیہ بھی ہے جو حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کو استخارے سے معلوم ہوا ہے اور انہی جزئیات میں وہ جزئیہ بھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان اگر مسلمانوں کا فائدہ دیکھیں تو خالص کافروں کے جھنڈے کے نیچے بھی دوسرے کافروں سے جنگ اور مقابلہ کر سکتے ہیں، جیسا کہ حضرت زبیر بن عوام نے نجاشی کے دشمن کا مقابلہ کیا تھا، اور ایک مشک میں پھونک بھر کر اور اس پر بیٹھ کر دریا کو عبور کیا تھا، اور مسلمان نجاشی کی فتح کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ کیونکہ نجاشی کی فتح میں مسلمانوں کا مفاد تھا، آخر زبیر بن عوام کی اس سعی سے نجاشی کے دشمن کو شکست ہوئی۔ حالانکہ اس وقت نجاشی مسلمان نہیں ہوئے تھا کیا اچھا ہو جو آپ سیر کبیر کی اس عبارت کو، جو مولانا شبیر احمد صاحب نے پیش کی ہے ملاحظہ کر لیں، اس کا ترجمہ تو میں "منشور" اخبار سے پیش ہی کر چکا ہوں۔

اصل عبارت یہ ہے "ولا بأس بأن يقاتل المسلمون من اهل العدل مع الخوارج، المشركين من اهل الحرب، لانهم يقاتلون الآن لدفع فتنة الكفر واظهار الاسلام، فهذا قتال" علی وجه المامور به

وھو اعلاء کلمۃ اللہ"۔۔۔۔ اگر میں مولانا کے ترجمہ پر کوئی تنقید نہ بھی کروں اور اہل عدل اور خوارج کا وہی مفہوم اختیار کرلوں، جو مولانا نے اختیار فرمایا ہے، تب بھی اس عبارت کا مطلب اتنا ہی تو ہے، کہ اگر حربی مشرکین خوارج سے جنگ کریں تو مسلمانوں کو خوارج کے ساتھ ملکر، حربی مشرکین کے ساتھ لڑتے ہیں کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اگرچہ خوارج بھی بدترین کافر ہیں لیکن اس وقت وہ کفر کے فتنہ کی مدافعت کررہے ہیں۔ اور اسلام کے غلبہ کے لیئے جہاد کررہے ہیں، اس لئے مسلمانوں کو ان خوارج کا ساتھ دینے میں، کچھ مضائقہ نہیں!۔

اب فرمایئے اس وقت ہندوستان میں نہ کہیں جہاد و قتال ہے نہ کافروں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کررہی ہیں، نہ کہیں انگریزوں کی غلام اور مفروضہ شوکت اسلامی پر، کوئی حربی مشرکین کی جماعت حملہ کررہی ہے، اور نہ خارجیوں کی کسی آزاد حکومت پر کوئی کافر حملہ آور ہے، جو ہم خارجیوں کی مدد کو پہنچیں اور خارجیوں سے ملکر کفر ساذج کا مقابلہ کریں ۔۔۔ ہاں ہم یہ تو سن رہے ہیں کہ جاوا کے سات لاکھ مسلمانوں پر کفار یلغار کررہے ہیں اور ان پر بم گرا رہے ہیں، اور خدا جانے جھوٹ یا سچ یہ بھی سن رہے ہیں کہ فلسطین کے عربوں پر ظلم ہورہا ہے۔ اور ہر مہینہ ہزار ۱۵ ہزار یہودیوں کو اجازت مل گئی ہے، اور یہ بھی سن رہے ہیں کہ کافروں کی ایک جماعت عرب لیگ کا گلا گھونٹ رہی ہے، اور یہ بھی سنتے ہیں کہ شاہ فاروق کو کافر دبا رہے ہیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ کافروں کی ایک جماعت نے عرب میں ہوائی اڈہ بنالیا ہے۔ اور یہ بھی سنا جارہا ہے کہ کپتان عبدالرشید جو مسلمانوں کی حفاظت اور حمایت کی غرض سے آزاد ہند فوج میں شامل ہوگیا تھا اس کو کسی کافروں کی جماعت نے سات سال کے لئے قید کردیا ہے اور یہ بھی سنتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مفتوحہ ملک "ایران" پر کوئی کافروں کی جماعت زبردستی قبضہ کررہی ہے۔

اگر یہ باتیں سچ ہیں جیسا کہ میں سن رہا ہوں تو خالص مسلمانوں کی امداد کافروں کے مقابلہ میں مقدم اور ضروری ہے؟ یا خارجیوں کی جماعت میں شامل ہو کر کافروں اور مسلمانوں کی مشترکہ جماعت سے مقابلہ کرنا اور خارجیوں کو تقویت پہنچانا ضروری اور مقدم ہے؟ جبکہ وہ مشترکہ جماعت کسی خارجی حکومت یا اسلامی شوکت پر حملہ آور بھی نہ ہو رہی ہو۔

اول تو یہاں کوئی خارجی مسلمانوں کی حکومت ہی نہیں، نہ کہیں کوئی مسلمانوں کی آزاد شوکت ہے، یہ حکومت اور شوکت تو، خالص کافروں کی جماعت ختم کر چکی، تو اب پھر وہ مشترک کس حکومت اور کونسی شوکت پر حملہ آور ہیں جس کیلئے مسلمانوں کو خوارج کا ساتھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، میں اس سے زیادہ کچھ عرض کرنیکی ضرورت نہیں سمجھتا صرف اتنا عرض کرتا ہوں، کہ اگر خدانخواستہ کبھی وہ وقت آیا، کہ کوئی خالص کافروں کی جماعت مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی، تو اس وقت بھی وہی مجاہدین علما سینہ سپر ہونگے، جو آج حکومت متسلطہ سے برسر پیکار ہیں۔ اور وہ خوارج کی جماعت اور اس کے ہم نوا خارجی علما اس دن بھی اسی طرح کافر حکمرانوں کے حامی ہونگے۔ جس طرح آج حکومت کافرہ متسلطہ کے حامی اور مددگار ہیں۔

بڑی حیرت ہے کہ آخر مسلم کی شرح لکھتے لکھتے یکایک مولانا کا قلب مسلم لیگ کی طرف کیسے مائل ہو گیا، کیا اپنے خدام اور احباب سے انتقام لینے کی یہی ایک شکل تھی کہ مسجد ضرار کے امام بنکر تبحر علمی کا سارا زور خارجیوں کی حمایت و اعانت میں صرف کر دیا جائے۔

فتنہ پرداز، دغاباز، فسوں گر، عیار ؎ ہائے افسوس دل آیا بھی تو آیا کس پر

مگر دل ہی تو ہے کسی کے پاس اس کا کیا علاج ہے؟ اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کا بہت سا وقت لے لیا۔ میں آپ سے آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جمعیۃ علما کو پوری قوت کے ساتھ مضبوط

کیجئے، اور اس نازک دور میں ثابت قدم رہیئے۔ اور ہر باطل کا جم کر مقابلہ کیجئے، اور خدا پر بھروسہ رکھئیے۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم، وان یخذلکم، فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ۔

اگر تم نے ہمت سے کام لیا تو خدا تمہاری مدد کریگا اور تمہارے دشمن خائب و خاسر ہونگے تم تنہا نہ حکومت متسلطہ کا مقابلہ کر سکتے ہو، اور نہ اپنی طرح کے غلام ہندو سے! تم تنہا نبرد آزما ہو سکتے ہو، اور نہ بالکل غیر جانبدار رہ سکتے ہو، سمجھداری اور ہوشیاری اسی میں ہے کہ ایک کے ساتھ ملکر دوسرے کو شکست دو، یہ نہیں ہو سکتا کہ تم تنہا دو دشمنوں کا مقابلہ کرو، تم صرف ایک دشمن کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے، پھر دو دشمنوں سے کس طرح نبرد آزما ہو سکتے ہو۔ مجھے جو کچھ عرض کرنا تھا کر چکا، اب یہ بات تمہارے اختیارات تمیزی پر موقوف ہے، کہ اگر تم ہندو سے لڑنا چاہتے ہو، تو لامحالہ تم کو انگریز کا ساتھ دینا ہوگا، جیسا کہ مسلم لیگ کے ممبر، مرکزی اسمبلی میں کر رہے ہیں، اور اگر تم انگریز سے آئینی جنگ لڑ کر اس کو اپنے ملک سے باہر نکالنا چاہتے ہو تو لامحالہ تم کو کانگریس سے ملکر مشترکہ محاذ بنانا پڑیگا، اور جو کچھ ہندو کر رہا ہے وہ سب کچھ تم کو کرنا ہوگا۔ خواہ جیل جانا ہو یا گولیوں کی بوچھار پر کھڑا ہونا ہو یہ بات غلط اور صریح دھوکہ ہے کہ تم کہو کہ ہم انگریزوں کے طرفدار نہیں ہیں، لیکن ہندو کے دشمن ہیں اس سے لڑنا چاہتے ہیں۔

قدرتی طور پر اس ملک میں صورت ایسی پیدا ہو گئی ہے، اگرچہ کوئی فوجی انقلاب نہیں آ رہا ہے، لیکن آئینی انقلاب ضرور ہونے والا ہے، اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ تم کو ایک راہ اختیار کرنی ہوگی، انگریز کے رہنے میں تم مسلمان کا فائدہ سمجھتے ہو، اور عالم اسلامی کی خیریت انگریزی اقتدار کے ماتحت جانتے ہو، تو کھلے طور پر انگریزوں کی حمایت کا اعلان کردو، اور مولانا شبیر احمد صاحب کی طرح گول گول باتیں اور فقہی موشگافیاں نہ کرو اور اگر تم اپنی دیانت اور ایمان کی روشنی میں یہ سمجھتے ہو کہ انگریزی حکومت کے زوال ہی میں

تمہاری اور تمام عالم اسلامی کی بھلائی ہے، تو صاف طور سے بلا خوف لومۃ لائم کانگریس میں شریک ہو جاؤ، اور ان ہندو مسلمانوں کے ساتھ ملکر حکومت متسلطہ کے اقتدار کو یہاں سے زائل کرنیکی کوشش کرو جس نے تمھارے اقتدار کو دنیا سے مٹا دیا ہے۔

ان ہندو اور مسلمان جو کفن بردوش پھر رہے ہیں اور جنھوں نے اپنی زندگی کا مقصد وحید حکومت متسلطہ سے نجات حاصل کرنا بنا لیا ہے۔ اور ان رافضیوں اور خارجیوں کی جماعت سے اجتناب کرو، جو مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام لیکر انگریزوں کی اعانت کر رہے ہیں۔

میں نے اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا ہے اب یہ تمہارا اپنا ذوق ہے کہ تم کونسی راہ اختیار کرتے ہو۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی خدمت میں ضروری گذارش

معزز حاضرین آپ مجھے پھر معاف فرمائیں اگر میں آخر میں مولانا شبیر احمد صاحب کی خدمت میں چند ضروری باتیں عرض کر دوں کیونکہ مولانا شبیر احمد صاحب نے ابھی گذشتہ دنوں سہارنپور میں تقریر کرتے ہوئے مولانا حسین احمد صاحب کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ مباہلہ سے قبل حضرت مولانا عثمانی کی خدمت میں مسٹر جناح کی ایک مفصل تقریر پیش کر دوں تاکہ شاید مولانا عثمانی مسٹر جناح کے پاکستان کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں۔

مسٹر جناح کی تقریر

پاکستانی آئین زبردستی نافذ نہیں کیا جائے گا پاکستان کی ہندو اقلیت کو مطمئن رہنا چاہیئے کہ اس کے حقوق کی ضمانت دی جائیگی۔ میں اس ایک جماعت .... کی مخالفت کروں گا جو تنہا طاقت اور اقتدار حاصل کرنا چاہے گی۔ میں اس عقیدہ کا قائل نہیں ہوں کہ پاکستان میں ایک جماعت (مسلم پارلیمنٹری جماعت) یا پارٹی کی حکومت ہو۔

(الف)، پاکستان میں شمالی مغربی سرحدی صوبہ، صوبہ بلوچستان، صوبہ سندھ، صوبہ پنجاب شمالی مغربی ہندوستان اور مشرقی سمت میں پاکستان کا دوسرا حصہ بنگال و آسام شامل ہوں گے۔

(ب) پاکستان ایک جمہوریت ہوگا اور جداگانہ علاقوں پر مشتمل ہوگا اس کی آبادی دس کروڑ مسلمانوں اور غیر مسلموں پر مشتمل ہوگی۔ یہ دو علاقوں پر مشتمل ایک بلاک ہوگا۔ صوبے عصر حاضر کے فیڈرل دستور کے مطابق خود مختار ہوں گے۔ پاکستان کی تمام (ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی) آبادی ایک قوم کے اصول پر ترقی حاصل کریگی ان امور پر غور کرنے کیلئے مسلم لیگ کی ایک کمیٹی کام کر رہی ہے۔

(ج) پاکستان میں آمدنی کے ذرائع اتنے ہونگے کہ وہ آسانی سے ایک بڑی طاقت بن سکے گا۔ پاکستان کی بڑی صنعتیں اور کارخانے سوشلزم کے اصول پر قوم (حکومت) کے قبضہ میں دیدیے جائیں گے۔
پاکستان کی آمدنی مساوی ٹیکس عائد کرکے وصول کی جائے گی۔

(د) ہندوؤں کے خلاف کسی قسم کی معاشرتی پابندی یا رکاوٹ نہ ہوگی۔ بلکہ ہندوؤں کے ساتھ انسانی مساوات اور اخوت کے اصول پر کام کیا جائیگا انھیں مسلمانوں کے برابر درجہ دیا جائیگا۔ اور مسلمانوں کا بھائی سمجھا جائیگا۔ پاکستان میں ایک پارٹی (مسلمانوں) کا تنہا اقتدار اور حکومت نہیں ہوگی بلکہ اپوزیشن ہندوؤں کی جماعت اُن کی اصلاح کے لئے موجود رہے گی! اور مفید ہوگی انھیں محسوس کرا دیا جائیگا کہ حکومت میں اُن کا ہاتھ کام کر رہا ہے اور اُن کی نمائندگی موجود ہے! اور اُن کے حقوق محفوظ ہیں۔ (درج روشن مستقبل صفحہ ۱۷۵)

یہ وہ پاکستان ہے جس کو اسلامی اور قرآنی حکومت کہا جا رہا ہے اسی کے ساتھ میں چاہتا ہوں کہ ۱۹۴۱ کی مردم شماری کے وہ اعداد بھی شامل کردوں تاکہ مولانا شبیر احمد صاحب صحیح اعداد معلوم کرکے اپنی رائے پر نظر ثانی کرسکیں
(خط کھینچے)

صوبہ کا نام	تعداد مسلم	تعداد غیر مسلم
آسام	۳۴۴۲۴۷۹	۶۷۶۲۲۵۴
بنگال	۳۳۰۰۵۴۳۴	۲۷۳۰۱۰۹۱
پنجاب	۱۶۲۱۷۲۴۲	۱۲۲۰۱۵۷۷
سرحد	۲۷۸۸۷۹۷	۲۴۹۲۷۰
سندھ	۳۲۰۸۳۲۵	۱۳۲۶۶۸۳
بلوچستان	۴۳۸۹۳۰	۶۲۷۰۱

پاکستان میں مسلمانوں کی تعداد ۵۹۱۰۱۲۰۷
پاکستان میں غیر مسلموں کی تعداد ۴۷۹۰۳۵۷۰

یہ تعداد مردم شماری ۱۹۴۱ء تبصرہ مصنفہ چودھری رحم علی ہاشمی سے اور ہندوستان کی آبادی ڈاکٹر انور اقبال قریشی ادارہ معاشیات دکن سے لی گئی ہے۔ ۱۹۴۱ء میں ہندوستان کے کل مسلمانوں کی تعداد ہے ۹۲۰۰۰۰۰۰
انہیں سے پاکستانی مسلمانوں کی تعداد ۷۰۱۲۰۹۱ ہے۔ اس حساب سے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ۲۳۰۸۹۸۷۹۷ ہوئی۔ کاش مولانا شبیر احمد صاحب اس تلبیس کو ملاحظہ فرمائیں۔ کہ تین کروڑ اٹھائیس لاکھ اٹھانوے ہزار سات سو ستانوے کو کس جرأت کے ساتھ دو کروڑ کہا جا رہا ہے۔

اور پاکستان کے مسلمان جنکی کل تعداد پانچ کروڑ اکیانوے لاکھ ایک ہزار دو سو ستاسی ہے ان کی تعداد کو ساٹھ کروڑ بتایا جا رہا ہے اور پاکستان میں غیر مسلم جنکی تعداد چار کروڑ اناسی لاکھ تین ہزار پانچ سو چھیتر ہے اُن کی تعداد کو کل دو کروڑ اور سوا دو کروڑ بتایا جا رہا ہے اور پاکستان کے فیڈریشن میں جہاں ہندو مسلمانوں کی نسبت پچپن اور پینتالیس کی ہے اس کو ستر اور تیس کی نسبت کہا جا رہا ہے۔ یعنی چوالیس ہندو اور چھپن مسلمانوں کی مشترک حکومت ہوگی آپنے دیکھا کیا خوب قرآنی حکومت بتائی جا رہی ہے۔ جس کے فیڈریشن میں چھپن مسلمان اور چوالیس ہندو ہونگے۔

اور ہندوؤں کو مساوی حقوق دیئے جائینگے۔ یہی تو وہ پُر فریب اُمور ہیں جس میں مولانا شبیر احمد صاحب جیسے تبحر عالم مبتلا ہو گئے ہیں۔
میں نے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کا وہ پوسٹر بھی دیکھا ہے جسمیں آپ کا وہ پیام شائع ہوا ہے جو آپ نے مسلمانان سندھ کے نام بھیجا ہے اور حضرت خالد بن ولید کی طرح مخرجین لیگ کو اطاعت کرنیکا مشورہ دیا ہے لیکن سندھ کے مسلمانوں سے یہ توقع کس طرح کی جا سکتی ہے جبکہ مولانا کی خود یہ حالت ہے کہ دار العلوم کی صدارت سے معزول ہونے کے بعد دار العلوم کی بنیاد دریں ہی ڈالنا میں کا کہنا سکو اپنے سکے پیچھے ہوگئے تھے اور دار العلوم کے خلاف ایسا زہریلا بیان دیکر دار العلوم سے گئے تھے کہ اگر مسلمان اُس کا یقین کر لیتے تو دار العلوم کا خاتمہ ہی ہو جاتا۔ کیا حضرت خالد بن ولید کی سنت یہی ہے جس کا مشورہ جناب نے جی ایم سیدکو دیا تھا

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی سے ایک آخری بات

آخر میں نہایت ادب کے ساتھ ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی غرض سے محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا تو حضرت عثمان نے ایک فقرہ فرمایا تھا۔ کہ محمد! اگر تیرا باپ تجھکو اس حالت میں دیکھتا تو تیری یہ حرکت، اور تیرا یہ فعل اُس کو رنجیدہ کرتا، اور تیری یہ حرکت اُس کو تکلیف دہ ہوتی" اس طرح میں حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی سے عرض کرتا ہوں کہ اگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ آج آپ کی ان باتوں کو دیکھتے جو آپ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور اُن کے رفقاء کے ساتھ کر رہے ہیں تو آپ کا یہ برتاؤ اُن کے لئے سخت رنجدہ اور انتہائی تکلیف دہ ہوتا۔

سبحٰن ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ
۵ فروری ۱۹۴۶ء